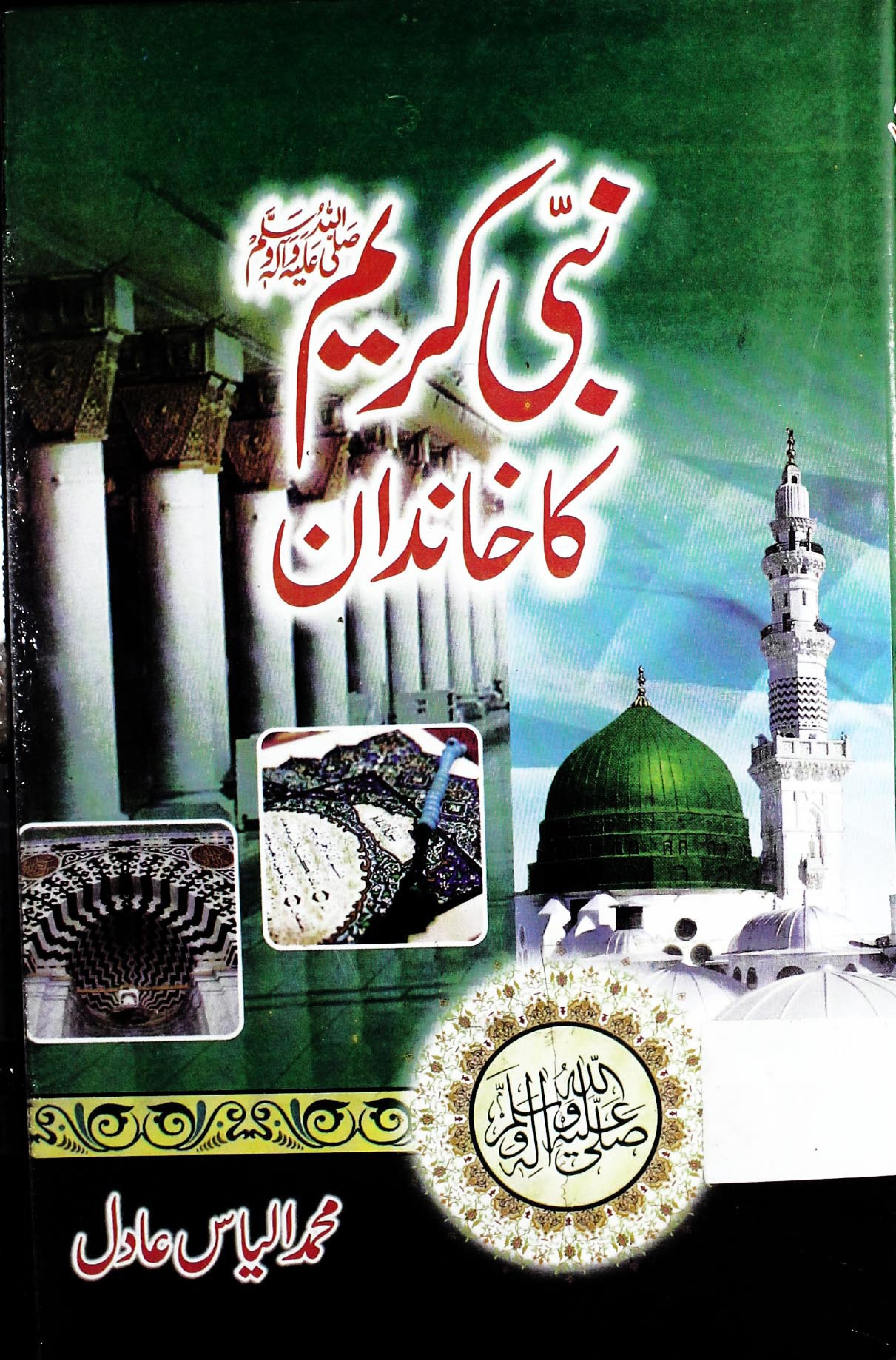
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کا خاندان
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محمد الیاس عادل

Marfat.com

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان مبارک کے مفصل حالات پر مبنی کتاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان

DATA ENTERED

محمد الیاس عادل

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

297.9921
15 ع ن

125442

نام کتاب — نبی کریم ﷺ کا خاندان
مصنف — محمد الیاس عادل
پروف ریڈنگ — قاری نجم الصبیح
مطبع — آر۔آر پرنٹرز، لاہور
ڈیزائن — عاطف بٹ
اشاعت — 2015ء
قیمت — 150 روپے

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ ادا کرنے کا موقع فراہم کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جاسکے۔ شکریہ

Marfat.com

فہرست

❖	ابتدائیہ	10
❖	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب نامہ	13
❖	سب سے افضل خاندان	13
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد	16
❖	حضرت اسماعیل علیہ السلام	16
❖	فرمانبرداری کی عظیم مثال	17
❖	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات	22
❖	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد	22
❖	عدنان	23
❖	معد	24
❖	نزار	25
❖	مضر	25
❖	الیاس	26
❖	مدرکہ	26
❖	خزیمہ	27
❖	کنانہ	27

Marfat.com

❖	نضر	28
❖	مالک	28
❖	فہر	28
❖	غالب	29
❖	لُوی	29
❖	کعب	29
❖	مرہ	30
❖	کلاب	30
❖	قُصَی	31
❖	عبد مناف	32
❖	ہاشم	33
❖	عبدالمطلب	34
❖	مستجاب الدعوات ہونا	35
❖	عبدالمطلب یمن میں	36
❖	یہودی عالم کی پیشگوئی	40
❖	جناب عبدالمطلبب کی وفات	41
❖	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	41
❖	حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا	43
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا	45
❖	جناب حارث	45
❖	حضرت زبیر	46

Marfat.com

❖	جناب ابو طالب	46
❖	جناب ابو طالب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار کہنا	47
❖	جناب ابو طالب کا سفر شام	48
❖	جناب ابو طالب کی وفات	53
❖	ابولہب	55
❖	ابولہب کا عبرتناک انجام	56
❖	حضرت عباس رضی اللہ عنہ	56
❖	حضرت عباس کا گرفتار ہونا	57
❖	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات	58
❖	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	58
❖	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	60
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں	61
❖	اُم حکیم بیضا	61
❖	امیمہ	61
❖	حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا	62
❖	شعروادب میں درجہ کمال	62
❖	حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا	65
❖	بھائی کی شہادت پر صبر کا مظاہرہ	66
❖	غزوہ خندق میں دلیری	67
❖	شعروادب میں درجہ کمال	68
❖	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	70

Marfat.com

❖	برہ	70
❖	حضرت اروی رضی اللہ عنہا	70
❖	ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	74
❖	اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا	74
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح	75
❖	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	76
❖	اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	78
❖	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	80
❖	اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	80
❖	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	83
❖	اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	83
❖	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	85
❖	اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	85
❖	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	87
❖	اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	88
❖	اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	88
❖	اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	91
❖	ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	94
❖	ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا	96
❖	اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	98
❖	مقدس کنیزیں	100

Marfat.com

❖	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	100
❖	حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا	101
❖	حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا	102
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار	103
❖	حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	103
❖	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	104
❖	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ	104
❖	حضرت زینب رضی اللہ عنہا	106
❖	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	110
❖	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	111
❖	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	113
❖	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	114
❖	نکاح کے بعد	118
❖	نکاح ولیمہ	119
❖	اہل بیت اطہار	121
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت	122
❖	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال	125
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور نواسیاں	126
❖	اولاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا	126
❖	اولاد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	127
❖	اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	128

Marfat.com

❖	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ	128
❖	خلافت کا منصب	129
❖	خلافت سے دستبرداری	131
❖	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت	135
❖	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	137
❖	شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ	138
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی	141
❖	حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ	141
❖	حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	142
❖	حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ	142
❖	حضرت ابوسفیان مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ	143
❖	حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ	144
❖	حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ	146
❖	حضرت طالب بن ابو طالب رضی اللہ عنہ	147
❖	حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ	149
❖	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب	149
❖	خلافت کا منصب	152
❖	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	155
❖	عتبہ، عتیبہ اور معتب	157
❖	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	159
❖	حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ	159

Marfat.com

❖	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	161
❖	حضرت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	162
❖	حضرت معبد رضی اللہ عنہ	162
❖	حضرتؓ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ	162
❖	حضرت کثیر رضی اللہ عنہ	163
❖	حضرت عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہ	163
❖	حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہ	163
❖	حضرت عمارہ اور لیلیٰ رضی اللہ عنہم	163
❖	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہنیں	164
❖	حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا	164
❖	حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا	164
❖	حضرت درہ رضی اللہ عنہا بنت ابولہب	165
❖	حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	167

☆☆☆

Marfat.com

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے پیارے رسول کریم، سرکار دو عالم، ساقی کوثر و تسنیم، سرور انس و جن، سید کون و مکان، سبب تخلیق کون و مکان، سراپا رحمت یزداں، سیدالانبیاء، والمرسلین، سید الاولین و آخرین، سید الکونین، سید الثقلین، سید الابرار، سایہ رحمت کردگار حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کی غرض سے بہت سی کتب ترتیب دی گئی ہیں مگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان اور قریبی عزیز و اقارب کے حالات اور ان کے بارے میں مستند و جامع معلومات ایک کتابی شکل میں مرتب کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ شوق اور جذبے کے تحت اس کام کا آغاز کیا گیا جس کے نتیجے میں ایک جامع کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ کتاب ھذا کو ترتیب دینے کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان کے بارے میں آگاہی ہو سکے اور جسے پڑھ کر ایمان مضبوط ہو جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان کے فضائل و مناقب کے بارے میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اولادِ اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا

Marfat.com

اور قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔ (ترمذی شریف)

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے زمین کا گوشہ گوشہ چھان مارا نہ آپ سے بڑھ کر کوئی افضل پایا نہ آپ کے خاندان سے بڑھ کر کوئی افضل پایا۔ (شرح الشفا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے سب سے اوپر والے میں (اپنی شان کے لائق) خود ٹھہرا اور تمام آسمانوں میں جس مخلوق کو چاہا ٹھہرایا پھر سات زمینیں بنائیں اور سب سے اوپر والی میں جو مخلوق چاہی ٹھہرائی پھر مخلوق میں سے بنی آدم کو عزت بخشی پھر بنی آدم میں سے عرب کو افضل قرار دیا۔ عرب میں مضر کو عظمت دی۔ مضر میں قریش کو شان بخشی قریش میں سے بنی ہاشم کو عزت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھے سب سے افضل بنایا تو میں سب سے بہتر ہوں تو جس نے عرب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے عرب سے بغض رکھا اس نے مجھ سے عناد رکھا۔ (دلائل النبوۃ)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قریش کی ایک مجلس ہوئی جس میں انہوں نے اپنے حسب نسب کے بارے میں بیان کیا ہے اور آپ کی مثال کھجور کے اس درخت سے دی ہے جو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہتر مخلوق میں رکھا پھر اس کے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جانیں پیدا کیں تو مجھے ان کے درمیان سب سے بہتر جان بنا دیا پھر گھر بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھر دیا تو میں خاندان اور جان کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں۔ (دلائل النبوۃ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

Marfat.com

کے قصیدہ میں بیان کرتے ہیں کہ (ترجمہ) بلند مرتبہ بزرگ سردار جہاں سے بہتر اور جہاں سے زیادہ سخاوت کرنے والے آپ کا حسب نسب تمام جہان سے اونچا ہے آپ ہاشمی خاندان میں سے ہیں کہ جن پر تکیہ کیا گیا ہے۔

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور اہل بیت اطہار کے بارے میں کتاب ھذا میں نہایت جامعیت اور محبت کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جسے پڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، عشق اور عقیدت میں اضافہ ہو جاتا ہے ایمان کو تقویت اور تازگی ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاندان کے حوالے سے تمام اہم معلومات کا اس کتاب میں احاطہ کیا گیا ہے۔

محمد الیاس عادل

Marfat.com

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب نامہ

حضور سرکار دو عالم، رؤف و رحیم، صاحب کوثر و تسنیم، محبوب رب العالمین، فخر موجودات سید الکونین، خاتم الانبیاء و المرسلین، نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی اعتبار سے نسب نامہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزالہ بن معد بن عدنان۔ (طبقات ابن سعد جلد اول ص 55 تا 56)

بیہقی و ابن عساکر کی حدیث پاک میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، یوں ہی اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفس کریم تم سب سے افضل اور میرے ماں باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ (شمول السلام لاصول الرسول الکرام)

سب سے افضل خاندان

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا پھر ان کے دو گروہ کیے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا پھر ان کے قبیلے بنائے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا پس میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل۔
(ترمذی شریف۔ دلائل النبوۃ بیہقی ص ۱۶۸)

ایک اور حدیث پاک طبرانی معجم اور بیہقی دلائل اور امام علامہ قاضی عیاض ''کتاب الشفاء'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خلق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم میں رکھا اور یہ وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے تو میں داہنے ہاتھ والوں سے ہوں اور میں سب داہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں۔ پھر ان دو قسموں کے تین حصے کیے تو مجھے بہتر حصے میں رکھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے کہ داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے اور سابقین تو میں سابقین میں ہوں اور میں سب سابقین سے بہتر ہوں۔ پھر ان حصوں کے قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا اور یہ اللہ کا وہ فرمان ہے کہ ہم نے کیا تمہیں شاخیں اور قبیلے (الی قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم) ''بے شک تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ ہے جو تم سب میں زیادہ پرہیز گار ہے۔'' تو میں سب آدمیوں سے زیادہ پرہیز گار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کے یہاں عزت والا ہوں اور اس سے کچھ فخر مراد نہیں۔ پھر ان قبیلوں کے خاندان کیے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے اے نبی کے گھر والو اور تمہیں پاک کر دے ستھرا کر کے۔ (تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا والدہ ماجدہ کی طرف سے شجرہ نسب اس طرح سے ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن

Marfat.com

کلاب بن مرہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا نسب پاک کلاب بن مرہ پر مل جاتا ہے اور آگے چل کر دونوں سلسلے ایک ہو جاتے ہیں۔ عدنان تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ صحیح سندوں کے ساتھ باتفاق مورخین ثابت ہے اس کے بعد ناموں میں بہت کچھ اختلاف ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی اپنا نسب نامہ بیان فرماتے تو عدنان ہی تک ذکر فرماتے تھے مگر اس پر تمام مورخین میں اتفاق ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا نسب مبارک بیان فرمایا کرتے تو معد بن عدنان سے تجاوز نہیں کرتے۔ اس جگہ ٹھہر جاتے اور فرماتے کذب النسابون نسب بیان کرنے والوں نے جھوٹ ملا رکھا ہے ایسا ہی ''مسند الفردوس'' میں روایت کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بنی آدم کے بہترین لوگوں میں سے ہوتا ہوا آیا ہوں یہاں تک کہ اس خاندان میں سے کہ جس میں میں بھیجا گیا آیا ہوں۔

(البدایہ النھایہ جلد دوم ص ۲۵۶ بحوالہ بخاری شریف)

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد

حضرت اسماعیل علیہ السلام:

حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عظیم الشان معجزہ آگ سے سلامتی کے ساتھ نکل آنا دیکھ کر بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے اور ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہ دیکھ کر نمرود بہت پریشان ہوا کیونکہ لوگوں پر حقیقت حال واضح ہوتی جا رہی تھی چنانچہ اس نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تنہائی میں بلایا اور کہنے لگا۔ اے ابراہیم! (علیہ السلام) آگ سے زندہ بچ نکلنے کے واقعہ کے بعد آپ کے تابعداروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جس کی وجہ سے میری سلطنت کا نظام بگڑ رہا ہے اور مجھے سخت خطرہ پیدا ہو گیا ہے آپ کے عقیدہ کے مطابق آپ کا خدا تو ہر جگہ پر موجود ہے اور ہر جگہ پر آپ کا محافظ و ناصر ہے لہٰذا آپ اپنے ماننے والوں کو لے کر میری سلطنت کی حدود سے باہر نکل جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا چنانچہ آپ نے سرزمین کنعان کی طرف ہجرت اختیار کی ہجرت کے اس سفر میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی ہمراہ تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے بعد مصر کی طرف تشریف لے گئے ان دنوں مصر کا بادشاہ ایک انتہائی ظالم شخص تھا یہ قبیلہ قبط سے تعلق رکھتا تھا اس کا نام رقیون تھا اس ظالم بادشاہ نے اپنی سلطنت میں اعلان کرا رکھا تھا کہ تمام عورتیں جن کی شادی

Marfat.com

ہو وہ اپنے شوہر کے پاس جانے سے پہلے اس کے پاس پیش ہوں اور اس کے بعد اپنے شوہر کے پاس جائیں اگر کوئی عورت اس بادشاہ کو پسند آ جاتی تو وہ اس کو اپنے لیے روک لیتا تھا اور اس کام کے لیے وہ زبردستی بھی کرتا تھا۔ اس بادشاہ نے حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو بھی اپنی بیوی بنانا چاہا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزہ کی برکت سے وہ جب بھی حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا تو اس کے ہاتھ شل ہو جاتے۔ یہ دیکھ کر وہ ڈر گیا اور اس نے اپنا رویہ بدل لیا اور اپنی بیٹی حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا کو ان کی خدمت کے لیے عنایت کیا ساتھ ہی بہت سا مال بھی ہدیے کے طور پر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک کافی زیادہ ہو چکی تھی مگر اولاد کی نعمت حاصل نہ تھی چنانچہ قلب مبارک میں آیا کہ رب کریم نے تمام نعمتیں عطا فرما دی ہیں لیکن اگر پروردگار عالم ایک انعام اور عطا فرمائے اور اولاد نرینہ سے سرفراز فرمائے تو اس کی مہربانی ہوئی۔ حضرت سارہ سلام اللہ علیہا سے اولاد ہونے کی توقع نہ تھی انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت حاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا سے نکاح فرمایا اور آپ کنعان واپس تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجرہ سلام اللہ علیہا کو حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند تھے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۸۶ برس تھی۔ جب حضرت ابراہیم عایہ السلام کی عمر سو برس کی ہوئی تو ان کے دوسرے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

فرمانبرداری کی عظیم مثال:

ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آپ کے سرہانے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اٹھیے اور پروردگار کی بارگاہ میں تقرب حاصل

Marfat.com

کرنے کے لیے قربانی کیجئے۔ صبح کو اٹھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سو بکریوں کی قربانی کی دوسری رات پھر آپ نے اسی طرح کا خواب دیکھا جس میں حکم ملا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے قربانی کیجئے۔ دوسرے دن آپ نے پھر سو عمدہ اور اعلیٰ نسل کے اونٹ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیئے۔ جب تیسری رات آئی تو آپ کو پھر یہ حکم ملا کہ تقرب الٰہی کے لیے قربانی کیجئے۔ خواب ہی میں آپ نے دریافت فرمایا کہ مجھے دو راتوں سے قربانی کا حکم مل رہا ہے اور میں قربانی پیش کر رہا ہوں میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کس چیز کی قربانی پیش کروں اس فرشتہ نے جواب دیا کہ اپنے بیٹے اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی پیش کریں۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک رات کو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے کہ عبادت کرتے کرتے سو گئے اور خواب کی حالت میں آپ کو یوں محسوس ہوا کہ ایک فرشتہ آپ سے کہہ رہا ہے کہ اے ابراہیم! (علیہ السلام) میں تمہارے رب تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرستادہ ہوں پروردگار کی مرضی یہ ہے کہ اپنے فرزند کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیجئے۔ یہ سنتے ہی آپ نیند کی حالت سے بیدار ہو گئے اور تمام رات عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ سارا دن آپ غور و فکر کرتے رہے کہ رات کا خواب کیا حکم تھا۔ دوسری رات جب آئی تو آپ نے پھر اسی طرح کا خواب دیکھا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے پیش فرمائیں۔ یہ خواب حکم الٰہی کی طرف توجہ دلا رہا ہے چنانچہ جب تیسری رات آئی تو آپ نے پھر فرشتہ کو دیکھا جو کہہ رہا تھا اے ابراہیم! (علیہ السلام) رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اٹھیے اور اپنے صاحبزادہ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیجئے اور یہ بات یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کی طرف نہیں بلکہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم فرماتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یقین پختہ ہو گیا اور آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ اپنے پیارے بیٹے کو قربان کر دیا جائے۔

صبح سویرے اٹھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت بی بی ہاجرہ سے

Marfat.com

فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سر مبارک دھو کر بالوں میں تیل لگائیں اور کنگھی کر کے عمدہ لباس پہنا دیں۔ حضرت بی بی حاجرہ نے دریافت کیا کہ اس اہتمام کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دوست کی ملاقات کے لیے جانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ چھری اور رسی اپنے ساتھ رکھ لو۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھری اور رسی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے ریوڑ کی طرف سے ہوتا ہوا جاؤں گا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں قربانی پیش کروں۔ والد محترم کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے رسی اور چھری اپنے ساتھ لے لی۔

اثنائے راہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اپنے ایک دوست کے پاس جا رہا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ ابا جان! آپ کے دوست کا مکان کہا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہمارا دوست جگہ اور مکان سے بے نیاز ہے اس نے آسمان کو شامیانہ کی طرح اور زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوبارہ دریافت فرمایا کہ کیا وہ مہربان دوست ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وہ دوست کھانے اور پینے سے بے نیاز ہے وہ دوست ایسا ہے جو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا۔ حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست بہت دولت مند ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا بے شک زمین اور آسمان کے سب خزانے اس کی ملکیت ہیں۔

ابھی دونوں حضرات نے تھوڑا سا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ شیطان لعین اپنی مکاری کا جال پھینکنے کے لیے آموجود ہوا۔ سب سے پہلے وہ ایک انتہائی بوڑھے شخص

Marfat.com

کے روپ میں حضرت بی بی حاجرہ کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کیا آپ کو معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ حضرت بی بی حاجرہ نے فرمایا کہ وہ اپنے ایک دوست سے ملانے گئے ہیں۔ یہ سن کر شیطان لعین کہنے لگا۔ یہ غلط ہے بلکہ وہ تو ان کو ذبح کرنے کے لیے لے کر گئے ہیں۔ حضرت بی بی حاجرہ نے یہ سن کر فرمایا کہ باپ اپنے بیٹے پر بہت مہربان ہیں لہٰذا اس بات کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں گے۔ شیطان نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام یہ گمان کرتے ہیں" کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا ہے کہ بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا جائے۔ یہ سن کر حضرت بی بی حاجرہ نے فرمایا اگر یہ مشیت ایزدی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہم سر تسلیم خم کرتے ہیں اور اس کی رضا میں راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بہتر اور کون سا کام ہو سکتا ہے۔

شیطان لعین اس طرف سے ناامید ہو کر حضرت بی بی حاجرہ کے پاس سے چلا آیا۔ روایات میں آتا ہے کہ اس کے بعد شیطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے والد آپ کو کہاں پر لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اپنے کسی دوست سے ملاقات کرانے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ شیطان کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! وہ تو آپ کو قتل کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا تم غلط کہتے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو قتل کرے۔ شیطان لعین کہنے لگا آپ کے باپ کو یہ گمان ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو سر تسلیم خم ہے۔ اس طرف سے بھی مایوس ہو کر شیطان لعین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے بزرگ! اس بچے کو لے کر کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں ایک ضروری کام سے فلاں گھاٹی تک جا رہا ہوں۔ شیطان کہنے لگا آپ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ کو اس بات کا حکم اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے دیا ہے۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے اور یہ شیطانی وسوسوں میں سے ہے جو کہ خواب میں دکھائی دیتے ہیں۔ خبردار آپ ہرگز ایسا نہ کریں ورنہ بعد میں پشیمانی اٹھانی پڑے گی۔

یہ بات سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی پہچان لیا کہ یہ شیطان لعین ہے آپ نے اس کو ڈانٹا اور اپنے پاس سے بھگا دیا۔ جب دونوں حضرات پہاڑ کے دامن میں آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھید حضرت اسماعیل علیہ السلام پر ظاہر فرما دیا کہ مجھے خواب میں تمہیں ذبح کرنے کا حکم ملا ہے تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا اے پیارے ابا جان! کیا مجھے ذبح کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بے شک۔ یہ سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا ابا جان! آپ کو حکم خداوندی ملا ہے اس کی خوشی سے تعمیل کریں اور جس طرح بھی حکم ملا ہے بالکل اسی طرح کام کو کر گزریں میں رب تعالیٰ کی رضا میں راضی ہوں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام رب تعالیٰ کی رضا و رغبت سے راضی ہو کر حکم خداوندی پر عمل کرنے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ ابا جان میں چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دریافت فرمانے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ذبح کرتے وقت میرے ہاتھ پاؤں رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیں تاکہ میں ذبح کے وقت ہاتھ پاؤں نہ ماروں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجھے ذبح کرتے وقت چھری کو خوب تیز کر لیں تاکہ میں آسانی سے ذبح ہو جاؤں تاکہ نہ ہی مجھے زیادہ تکلیف ہو اور نہ آپ کو زیادہ محنت اور پریشانی اٹھانی پڑے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مجھے ذبح کرتے وقت میرا منہ زمین کی طرف کر دیں تاکہ آپ کی نظر مبارک میرے چہرے پر نہ پڑے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کہیں آپ پر شفقت پدری غالب آ جائے اور آپ سے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں کوئی کمی رہ

Marfat.com

جائے چوتھی بات یہ ہے کہ مجھے ذبح کرتے وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیں تاکہ میرے خون کے دھبے آپ کے کپڑوں پر نہ لگیں جس کی وجہ سے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی باتیں سن کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے سلسلہ میں تم نے اچھی باتیں کہی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو پتھر پر رگڑ کر تیز کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام لیٹ گئے دونوں نے حکم خداوندی پر عمل کرنے میں ثابت قدمی دکھائی اور آزمائش میں پورے اترے چھری کو جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر رکھا گیا تو باوجود کوشش کے چھری نہ چلی اللہ تعالیٰ نے چھری کو حکم دیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن کو نہ کاٹنا چنانچہ چھری نے حکم خداوندی کی تعمیل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خراش تک نہ لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک مینڈھا دے کر بھیجا جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر ذبح فرما دیا۔ اس دن سے ہر سال قیامت تک کے لیے قربانی کرنا سنت ابراہیمی قرار دے دیا گیا۔ (معارج النبوت جلد اول۔ نزہتہ المجالس جلد اول)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات:

ایک روایت کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو تیس برس تھی اس کے بعد آپ کا انتقال ہوا اور آپ کو مقام حجر (حطیم) میں اپنی والدہ حضرت بی بی حاجرہ سلام اللہ علیہا کے پاس دفن کیا گیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۳۲۔۳۳)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد:

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی رعلہ سے ہوئی تھی جو کہ قبیلہ بنو جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھی۔ جرہم قحطان کا بیٹا تھا اور قحطان تمام یمن والوں کا جد اعلیٰ ہے سب کا نسب اسی سے جا ملتا ہے۔ اور وہ عامر بن

۱۲۵۴۴۲

Marfat.com

شالخ بن ازفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) نابت (۲) قیذر (قیذار یا قیدار) (۳) ازبل (۴) مبشا (۵) مسمعا (۶) ماشی (۷) دِما (۸) اذر (۹) طیما (۱۰) یطور (۱۱) نیش (۱۲) قیند ما (سیرت ابن ہشام جلد اول ص۲۲)

سب سے بڑے بیٹے کا نام نابت تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد پورے عرب کے علاقوں میں پھیلی ان میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے فرزند جناب قیدار کو بہت شہرت حاصل ہوئی قیدار کی اولاد مکہ مکرمہ میں آباد رہی اور خانہ کعبہ کی خدمت کی سعادت ان کو حاصل تھی۔

عدنان:

یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں عدنان کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ دشمن جن وانس ان کی تاک میں رہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر نقصان سے محفوظ رکھا ایک مرتبہ عدنان کہیں تنہا جا رہے تھے کہ راستے میں فارس کے ۸۰ جوانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دو پہاڑوں کے درے میں گھیر لیا عدنان ان سواروں کا تنہا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ خود بھی زخمی ہوئے اور گھوڑا بھی زخمی ہو گیا لہٰذا گھوڑے سے اتر کر پہاڑ کی طرف دوڑے دشمنوں نے تعاقب کیا۔ جناب عدنان نے بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کیا اسی آن پہاڑ سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور انہیں اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا اس کے بعد ایک چیخ سنائی دی جس سے تمام دشمن ہلاک ہو گئے۔ عدنان کی والدہ کا نام پلہات بنت لیز بن قحطان تھا (معارج النبوت جلد اول ص ۶۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عدنان، معد، ربیعہ، خزیمہ اور اسد ملت ابراہیمی پر تھے لہٰذا ان کا تذکرہ اچھائی کے ساتھ کیا کرو اور زبیر بن بکاء سے مرفوعاً مروی ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برا بھلا مت کہو وہ دونوں مسلمان تھے۔

Marfat.com

(زرقانی شرح مواہب جلد اول ص ٦٩)

معد:

عدنان کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام معد ہے جبکہ دوسرے عک ہیں جو حجاز سے نکل کر یمن میں چلے گئے اور وہیں اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔

معد کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ لفظ معد تازہ پھل اور میووں کے لیے استعمال ہوتا ہے چونکہ معد کا چہرہ ہر وقت تروتازہ دکھائی دیتا تھا اور یہ اپنے دور کے حسین ترین لوگوں میں سے تھے ان کو دیکھنے والا حیرت زدہ رہ جاتا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ معد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ یہود (بنی اسرائیل) سے مصروف پیکار رہتے اور ان سے مقابلوں میں کامیاب ہوتے اور کثیر مال غنیمت لے کر آتے اسی وجہ سے معد مشہور ہو گئے تھے۔

مروی ہے کہ بخت نصر کے زمانے میں جناب معد بن عدنان کی عمر بارہ سال تھی۔ ابو جعفر طبری وغیرہ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت پرمیاہ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عرب پر مسلط کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ معد بن عدنان کو اپنے براق پر سوار کر کے لے جاؤ تاکہ انہیں کوئی تکلیف نہ اٹھانی پڑے کیونکہ میں معد بن عدنان کی پشت سے ایک کریم پیغمبر کو ظاہر کرنے والا ہوں جس پر میں سلسلہ رسالت ختم کروں گا تو پرمیاہ (ارمیا) علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل کی اور معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے اپنے ساتھ شام لے آئے۔ تو یہاں باقی ماندہ بنی اسرائیل کے ساتھ انہوں نے بھی نشو ونما پائی یہ بیت المقدس کی خرابی کے بعد کا واقعہ ہے پھر معد بن عدنانؒ نے ایک معانتہ یا معاذہ بنت جوش نامی عورت سے شادی کی جو قبیلہ جرہم سے تھی فتنہ ختم ہونے پر آپ واپس اپنے علاقہ میں آ گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ١٩٤۔ مسالک الحنفیاء ص ٣٩۔ سیرت حلبیہ جلد اول ص ٢٨)

Marfat.com

نزار:

جناب معد کے دو بیٹے تھے نزار اور قنص۔ جناب معد نے جب اپنے بیٹے نزار کو پیدائش کے وقت دیکھا تو ان میں نور محمدی نظر آیا جو نور نبوت تھا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان جلوہ گر تھا۔ یہ وہی نور تھا جو مختلف پشتوں سے منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا تو اسے دیکھ کر انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار کیا اور قربانی کر کے لوگوں کو گوشت کھلایا اور پھر کہنے لگے یہ سب کچھ اس نومولود کی خوشی میں بہت کم ہے اسی لیے اس نومولود کا نام نزار رکھا گیا۔ جناب نزار اپنے دور کے تمام لوگوں سے زیادہ صاحب جمال تھے اور عقل کے اعتبار سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ ابو الفرج اصبہانی کہتے ہیں کہ نزار نام رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ یکتائے زمانہ تھے۔

(زرقانی جلد اول ص ۷۹)

نزار کے چار بیٹے تھے۔ (۱) مضر (۲) ایاد (۳) ربیعہ (۴) انمار

اپنی وفات سے قبل نزار نے اپنے بیٹے مضر کو اونٹ اور سرخ خیمہ، ایاد کو بھیڑ بکریاں ربیعہ کو گھوڑے و سلاح اور انمار کو گدھے تقسیم کیے۔

مضر:

نزار سے نور نبوت مضر کو منتقل ہوا کہا جاتا ہے کہ مضر کی جس سے بھی آنکھیں چار ہو جاتیں وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ مضر کی صفات میں سے ایک صفت ان کی انتہائی دین پسندی تھی۔ وہ شریعت ابراہیمی کی ترویج میں انتہائی کوشش کرتے تھے آپ نہایت خوش الحان تھے اونٹوں کے لیے حدی ان ہی کی ایجاد ہے انہوں نے اپنے بیٹے الیاس کو بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں مثلاً فرماتے تھے کہ جو شر کو بوئے گا ندامت کاٹے گا۔ بہترین نیکی وہ ہے جو جلدی سے کی جائے۔ مضر کی والدہ کا نام عنکلات بنت عدی بن عدنان تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا نام عبیدہ تھا۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۶۹۹)

Marfat.com

الیاس:

جناب الیاس بھی مومن تھے۔ اس لیے انہیں الیاس کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جناب مضر بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے تھے لیکن اولاد نرینہ نہ ہوئی تھی مگر جب فرزند کی بشارت ملی تو اللہ تعالیٰ نے ایسا بیٹا دیا جو سرداروں کا بھی سردار بنا اسی لیے ان کو سید المبشرہ کہا جاتا ہے مام قوم کے اہم امور انہی کی رائے کے مطابق فیصلہ کیے جاتے تھے۔ جناب الیاس کی والدہ کا نام حزیمہ یا حنفا اماد بنت احاطب بن عمرو بن احمیر تھا۔

(معارج النبوت جلد اول ص ۷۰۰)

جناب الیاس اپنی پشت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ حج سنا کرتے تھے۔ عرب میں جناب الیاس کی تعظیم اس طرح کی جاتی جس طرح کسی اہل حکمت کی جیسا کہ حکیم لقمان وغیرہ آپ کو اپنی قوم کا بڑا آدمی اور قبیلہ کا سردار کہا جاتا تھا اور کسی معاملہ کا فیصلہ یا اس کا طے کرنا ان کے بغیر نہیں ہوا کرتا تھا۔ زبیر بن بکاء کہتے ہیں کہ جب جناب الیاس جوان ہوئے تو انہوں نے بنی اسماعیل کے رویہ پر اعتراض کیا کیونکہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے اور ان کی سیرت کو تبدیل کر دیا تھا۔ ابن دحیہ کے بقول جناب الیاس اپنے والد کے وصی تھے بہت خوبصورت اور پرہیزگار تھے۔ علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الیاس کو گالی دینے سے منع فرمایا کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ (زرقانی جلد اول ص ۷۸-۷۹۔ سیرت جلد اول ص ۲۷۔ مسالک الحنفاء ص ۳۰)

مدرکہ:

جناب مدرکہ کا نام عمرو تھا اور مدرکہ کے نام کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کی عزت و فخر کو اپنے اندر جمع کر لیا تھا اور ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی تھا یعنی ان میں آپ کے نور کا ظہور تھا۔

(زرقانی جلد اول ص ۷۸۔ سیرۃ حلبیہ جلد اول ص ۲۶)

Marfat.com

مدرکہ کی والدہ کا نام جذعہ بنت عامر تھا۔ جبکہ زوجہ کا نام سلمٰی بنت اسد تھا۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۷۰۰)

جناب مدرکہ کے دو بیٹے تھے (۱) خزیمہ (۲) ہذیل

ہذیل کی اولاد ہذلی کہلائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا سلسلہ نسب گیارہ واسطوں سے جناب ہذیل تک پہنچ جاتا ہے۔

خزیمہ:

تاریخ الخمیس میں ہے کہ جناب خزیمہ کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ ان میں ان کے آباؤ اجداد کا نور جمع تھا اور ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور بھی جھلکتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب خزیمہ کا انتقال ملت ابراہیمی پر ہوا۔ (زرقانی جلد اول ص ۷۷)

جناب خزیمہ کے تین بیٹے تھے (۱) کنانہ (۲) ہون (۳) اسد

ہون کی اولاد بنو ہون کہلائی جبکہ جناب اسد کی اولاد بنو اسد کہلائی۔ جناب خزیمہ کی کنیت بھی ابوالاسد تھی۔

کنانہ:

جناب کنانہ کو اس لیے اس نام سے پکارا جاتا رہا کہ وہ اپنی قوم کے محافظ تھے اور ان کے اسرار کے نگہبان تھے۔ آپ خوبصورت شخصیت کے مالک تھے صاحب عزت تھے اور تمام عرب آپ کے علم وفضل کی وجہ سے آپ کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ یہ کہا کرتے تھے کہ اب وقت آن پہنچا ہے کہ مکہ سے ایک پیغمبر ظاہر ہوگا جس کا نام احمد ہوگا وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے گا اور نیکی واحسان کی دعوت دے گا اور اچھے اخلاق پیش کرے گا لہٰذا تم اس کی اتباع کرو گے تو عزت وقار میں اضافہ پاؤ گے اور ان کو جھٹلانا نہیں کیونکہ وہ جو کچھ پیش کریں وہی حق ہوگا۔ (سیرت حلبیہ جلد اول ص ۲۶)

Marfat.com

جناب کنانہ کے چھ بیٹے تھے۔(۱) نضر (۲) مالک (۳)عبد مناۃ (۴) عمر (۵) احابیش (۶) عامر۔

نضر:

جناب نضر کا اصلی نام قیس تھا مگر انتہائی خوبصورت ہونے کی وجہ سے ان کو نضر کہتے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس (نضر) کو گالی دینے سے منع فرمایا کیونکہ وہ مسلمان تھے۔

(مسالک الحنفاء ص ۳۰۔ الحاوی للفتاوی جلد دوم ص ۴۲۴)

مالک:

ان کی کنیت ابولحارث اور والدہ کا نام عاتکہ بنت غزوان ہے۔ مالک بن نضر کے دو بیٹے تھے۔(۱) فہر یا قریش (۲) حرث۔

فہر:

مورخین کے مطابق فہر کا لقب قریش تھا قریش کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قریش چوپایوں میں سب سے بڑا جانور ہوتا تھا۔(بعض کا کہنا ہے کہ سمندر کے سب سے بڑے جانور وھیل مچھلی کو قریش کہتے ہیں) لہٰذا اسی نسبت سے یہ اپنی قوم کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے۔ اس لیے یہ قریش کہلانے لگے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قریش کے معنی جمع ہونے کے ہیں اور قریش کے یہاں حج کے موقع پر تمام حاجی دعوت طعام میں شریک ہوتے تھے اس لیے یہ قریش کہلائے جانے لگے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قریش قرش سے مشتق ہے جس کے معنی کسب کرنے کے ہیں اور یہ بھی تجارت میں مشغول رہتے تھے اسی لیے اس لقب سے ان کی شہرت ہوگئی۔ فہر کی والدہ کا نام عاتکہ یا عکرشہ تھا۔ آپ کی کنیت ابوغالب ہے۔ علی بن کیسان کہتے ہیں کہ فہر ابوقریش ہیں جو کوئی فہر کی اولاد سے نہیں وہ قریش نہیں۔ جناب فہر کے دو بیٹے تھے۔ (۱) غالب (۲) محارب

Marfat.com

(معارج النبوت جلد اول ص ۱۰۷۔ تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۷)

غالب:

ان کی کنیت ابو تمیم ہے ان کی والدہ لیلیٰ بنت حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ ہیں۔

(تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۷)

لُوی:

ان کی کنیت ابو کعب ہے۔ لوئی نام لائی کی تصغیر ہے عربی میں جنگلی بیل کو لائی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت عمرو بن ربیعہ خزاعیہ ہے۔
(تفہیم البخاری حصہ ص ۸۳۷)

جناب لُوی کے چار بیٹے تھے (۱) کعب (۲) عوف (۳) عامر (۴) حرث

کعب:

اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ اپنی قوم پر بہت رحمدل تھے۔ یہ قوم کے کعب سے منقول ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی قوم میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان میں صاحب شرافت تھے جیسے کعب کا مقام دوسرے قوم سے بلند ہے۔ آپ بہت بڑے خطیب اور فصیح تھے۔ (تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۷)

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کعب بن لوی اپنی قوم کو جمعہ کے دن اکٹھا کرتے تھے اور قریش جمعہ کے دن کو عربتہ کہا کرتے تھے پھر جناب کعب بن لوی لوگوں سے کہتے۔ اما بعد! سنو اور جانو اور سمجھو۔ رات تاریک ہے دن روشن ہے زمین بچھونا ہے آسمان چھت ہے پہاڑ میخیں ہیں اور ستارے علامتیں ہیں پہلے لوگ پچھلے لوگوں کی طرح ہیں اور مرد و زن اور ہر جوڑا فنا کے راستہ پر چل رہا ہے۔ صلہ رحمی کیا کرو۔ سسرال کی حفاظت کرو۔ اپنے مال کا پھل کھاؤ کیا تم نے کسی

Marfat.com

ہلاک ہونے والے کو واپس آتے یا میت کو اٹھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آخرت تمہارے سامنے ہے جس کے متعلق تمہارے عقائد حقیقت پر مبنی نہیں ہیں اپنے حرم کو خوبصورت کرو۔ اس کی تعظیم کرو۔ اس کی عزت کرو۔ عنقریب تمہارے پاس ایک عظیم خبر آرہی ہے اور بہت جلد ایک کریم پیغمبر تشریف لا رہے ہیں۔

اس کے بعد جناب کعب کہتے دن اور رات کا ہر چکر پہلے سے مختلف ہے اس میں دن رات ایک ہی جیسے ہیں۔ ان کا ہر پھیرا نت نئے حادثات رونما کر رہا ہے مگر زمانے نے ہم پر بڑے بڑے پردے ڈال رکھے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک تشریف فرما ہونے والے ہیں جو نہایت سچے مخبر کی طرف سے ہمیں خبریں دیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میں اس وقت سننے، دیکھنے اور چلنے پھرنے کی صلاحیت رکھتا اور زندہ رہتا تو ان کی خدمت کے لیے اونٹ کی طرح پھرتی دکھاتا۔ پھر یہ شعر کہتے۔ (ترجمہ) کاش میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا قبیلہ قریش حق کو سرنگوں کرنا چاہے گا۔

(دلائل النبوۃ جلد اول ص ۱۰۶۔۱۰۷)

جناب کعب کے سات بیٹے تھے (۱) مرہ (۲) ہصیص (۳) سہم (۴) جمح (۵) عدی (۶) جراح (۷) رزاح

مرہ

مرہ کا مفہوم ہے کڑوہ پن یہ تمہ کی وصف ہے اس سے آپ کا نام منقول ہے کہا گیا ہے کہ یہ نام قوت و شدت سے منقول ہے۔ آپ کی والدہ کا نام مخشید بنت سفیان یا شیبان بن محارب بن فہر ہے (تفہیم النجاری حصہ پنجم ص ۸۳۶)

جناب مرہ کے تین بیٹے تھے (۱) کلاب (۲) تیم (۳) مخزوم

کلاب:

ان کا اصل نام حلیم ہے انہیں شکار کرنے کا بہت شوق تھا اکثر وہ کتوں کے ذریعے شکار کیا کرتے تھے اسی لیے ان کا لقب کلاب ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا نام

Marfat.com

عروہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام ہند (یا جند) بنت سریر (یا شرق) بت ثعلب بن حارث بن فہر ہے۔ (تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۶)

قُصُی:

ان کا اصل نام زید ہے۔ قصی ان کا نام اس لیے ہے کہ وہ اپنی قوم سے دور چلے گئے تھے اور اپنے مادر زاد بھائی کے ساتھ عذرہ میں رہنے لگے تھے کیونکہ ان کی والدہ نے ان کے والد کے انتقال کے بعد ربیعہ بن حزام بن عذرہ سے شادی کر لی تھی ان کا قبیلہ شام کی سرحد پر واقع تھا اس لیے وہ انہیں اپنے علاقہ میں لے گئے تھے جبکہ ان کا بیٹا چھوٹا تھا اس لیے ان کا نام قصی رکھا گیا۔ جب جوان ہوئے تو مکہ مکرمہ واپس آ گئے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حمالہ ہے۔

مکہ مکرمہ پر ان دنوں بنوخزاعہ کی حکومت تھی سردار مکہ حلیل نے اپنی بیٹی کی شادی قصی سے کر دی اور جہیز میں بیت اللہ کی تولیت کا حق بیٹی کو عطا کر دیا جبکہ ابو عبثان کو بیٹی کا وکیل مقرر کر دیا حلیل کی وفات کے بعد ابو عبثان نے وکالت کا حق قصی کو فروخت کر دیا اس لیے جناب قصی بیت اللہ کے متولی ہو گئے۔ اس خرید وفروخت کو بنو خزاعہ نے تسلیم نہ کیا اور جناب قصی سے جنگ چھیڑ دی فریقین کے بہت سے لوگ مارے گئے بالآخر یعمر بن عوف کو فریقین نے اپنا منصف مقرر کیا یعمر نے فیصلہ کیا کہ بنو خزاعہ کے قتل ہونے والے افراد کا خون بہا جناب قصی ادا کریں اور بنوخزاعہ حکومت سے دستبردار ہو کر مکہ مکرمہ سے باہر چلے جائیں آئندہ حکومت جناب قصی کریں گے۔ چنانچہ اس فیصلے پر عمل درآمد ہوا۔

جناب قصی مکہ کے بزرگ تھے اور مکہ مکرمہ کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں تھی جبکہ وہ قوم کے سردار تھے لوگ ان کے تابعدار تھے اور وہ رئیس تھے انہوں نے جھگڑا نمٹانے، لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کرنے کے لیے مکہ میں ایک عمارت قائم کی جس کا نام دارالندوہ تھا اس میں تمام اہم امور مشورے سے طے ہوتے تھے ایک مجلس

Marfat.com

مشاورت بھی قائم کی۔ جناب قصی کا انتقال ہوا تو انہیں حجون میں دفن کیا گیا۔

حاجیوں کے لیے پانی کا انتظام، چاہ زمزم کی ذمہ داری اور خانہ کعبہ کے حاجب کے فرائض بھی جناب قصی کے ذمے تھے۔ جناب قصی کو قصی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ یہ مکہ سے بنی قضاعہ کے علاقہ قص میں آ کر مقیم ہو گئے تھے جو مکہ مکرمہ سے بہت فاصلے پر ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ باطل کو رد کر کے حق کو اختیار کرنے کی وجہ سے یہ لقب ملا تھا۔ بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق ان کا نام مجمع بھی تھا خزاعہ کے خلفشار کے موقع پر مکہ مکرمہ کے بہت سے لوگ اطراف و اکناف میں منتشر ہو گئے تھے مکہ مکرمہ پر ان کی حکومت ہو جانے کے بعد انہوں نے سب کو مکہ کے دامن میں جمع کیا اور رہنے کے لیے جگہ دی اس لیے مجمع کہلائے جانے لگے۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۲۰۷۔ تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۶)

جناب قصی کے تین بیٹے تھے (۱) عبد مناف (۲) عبدالدار (۳) عبدالعزیٰ

جناب قصی قریش کے عالم تھے اور حق پر سب سے زیادہ قائم ہونے والے تھے آپ اپنی قوم کو جمعہ کے روز جمع کرتے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور ان کو یہ بشارت بھی سناتے تھے کہ عنقریب اس حرم میں ایک نبی پیدا ہو گا۔ اور آپ بتوں کی پرستش سے منع کرتے تھے۔ (بلوغ العرب فی احوال العرب جلد دوم ص ۳۱۴)

عبد مناف:

آپ کا اصل نام مغیرہ اور کنیت ابو عبد شمس ہے آپ بہت خوبصورت تھے اس لیے انہیں قمر البطحاء بھی کہا جاتا ہے اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے عبد مناف کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے قمر البطحا (بطحا کا چاند) کہتے تھے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے ایک پتھر دستیاب ہوا جس پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ میں مغیرہ بن قصی، قریش کو اللہ کے ڈر اور صلہ رحمی کی وصیت کرتا ہوں اور آپ بتوں کو بہت برا جانتے تھے اور آپ کے چہرے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آشکارا اور نمایاں تھا۔

(بلوغ العرب جلد دوم ص ۳۱۴)

Marfat.com

ہاشم:

جناب ہاشم کا نام عمرو تھا اور انہیں عمرو العلا بھی کہتے تھے کیونکہ ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ (تاریخ خمیس جلد اول ص ۱۵۶)

ہاشم کا لقب ان کی سخاوت کی وجہ سے تھا یہ مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط رونما ہوا مخلوق خدا سخت پریشانی میں مبتلا ہوئی جناب ہاشم علاقہ شام سے بہت سا آٹا خرید کر لائے اور روزانہ صبح و شام روٹیاں پکوا کر اونٹ ذبح کر کے ثرید تیار کر کے لوگوں کی دعوت کرتے یہی ان کی شہرت کا سبب بنا۔

آپ عبد مناف کے سب سے بڑے بیٹے تھے ابن جریر نے لکھا ہے کہ ہاشم اور عبد شمس جڑواں بھائی تھے جب ہاشم شکم مادر سے باہر آئے تو ان کا پاؤں عبد شمس کے سر کے ساتھ جڑا ہوا تھا اور خون بہنے کے ساتھ ان کا پاؤں بھائی کے سر سے جڑا ہوا۔ (بعض کا کہنا ہے کہ دونوں کی پیشانیاں آپس میں جڑی ہوئی تھیں کوشش کے باوجود پیشانیاں علیحدہ نہ ہوسکیں بالآخر انہیں تلوار سے علیحدہ کیا گیا)۔ عرب کے ایک تجربہ کار نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ کسی دوسری چیز سے ان کو علیحدہ کیا جاتا اب مستقبل میں ان کے درمیان تلوار چلتی رہے گی اور جیسا کہ اس نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ چنانچہ ۱۳۳ ہجری میں بنو عباس اور بنو امیہ کے درمیان شدید لڑائی ہوئی۔ ان کا تیسرا حقیقی بھائی مطلب تھا وہ سب سے چھوٹا تھا ان کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال ہے ان کا چوتھا بھائی نوفل ہے جو ان کی دوسری ماں واقدہ بنت عمرو مازنیہ سے ہیں۔

(معارج النبوت جلد اول ص ۷۰۲۔۷۰۳۔ تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۵)

منتقیٰ میں مذکور ہے کہ جناب ہاشم اپنی قوم کا فخر تھے اور ان میں بلند شان تھے اور ان کا دستر خوان تنگی اور فراخی میں بچھا رہتا تھا مسافروں کو سواری دیا کرتے تھے اور حقائق کو پورا فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ان کی پیشانی میں چمکتا اور نور پھیلاتا تھا کوئی عالم جب انہیں دیکھتا تو ضرور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا

Marfat.com

آپ کا جب بھی کسی چیز کے پاس سے گزر ہوتا تو وہ تعظیماً جھک جاتی۔ عربوں کے قبائل صبح و شام آپ کے ہاں آتے اور اچھے لوگ اپنی بیٹی سے شادی کرنے کی ان سے درخواست کرتے یہاں تک کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے بھی پیغام بھیجا کہ میری ایک بیٹی اتنی حسین و جمیل اور خوبصورت ہے کہ کسی ماں نے آج تک ایسی بیٹی جنی ہی نہیں۔ تم میرے پاس آؤ تاکہ میں اس کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں۔ آپ کی سخاوت آپ کا کرم مجھ تک پہنچا ہے۔

روم کے بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی جناب ہاشم سے کرنے کا ارادہ اس لیے کیا تھا کہ وہ اس بہانے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کو حاصل کرنا چاہتا تھا جس کی تعریف اس نے انجیل میں پڑھ سن رکھی تھی مگر جناب ہاشم نے انکار کر دیا۔

(زرقانی جلد اول ص ۷۳)

جناب ہاشم کا ملک شام میں غزہ کے مقام پر ۵۱۰ء میں انتقال ہوا۔

(زارقانی جلد اول ص ۷۴)

عبدالمطلب:

آپ کا نام شیبۃ الحمد بھی ہے کہا جاتا ہے کہ آپؐ کا نام عامر اور کنیت ابو الحارث تھی حارث ان کے بڑے بیٹے کا نام تھا۔ ابو البطحاء بھی کنیت بیان کی جاتی ہے آپ کی والدہ سلمٰی بنت عمرو بن زید بن بسید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار ہیں۔ آپ کو عبدالمطلب اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد ماجد جناب ہاشم شام کی طرف تجارت کے لیے نکلے جب مدینہ طیبہ پہنچے تو عمرو بن زید بن بسید کے پاس ٹھہرے اور اس کی بیٹی سلمٰی بنت عمرو آپ کو اچھی لگی تو اس کے والد کو منگنی کا پیغام دیا جسے اس نے منظور کر کے ان سے نکاح کر دیا اور جب شام سے واپس آئے تو ان کی رخصتی کر دی اور انہیں مکہ مکرمہ لے آئے پھر جب تجارت کے لیے شام کی طرف گئے تو انہیں ہمراہ لے گئے جبکہ وہ حاملہ تھیں اور وہ انہیں مدینہ طیبہ ہی میں چھوڑ کر شام چلے گئے اور

Marfat.com

شام میں مقام غزہ میں وفات پا گئے اور سلمیٰ بنت عمرو نے بچے کو جنم دیا جس کا نام شیبہ رکھا وہ اپنے ماموؤں بنی نجار کے پاس سات برس رہے پھر آپ کے چچا مطلب بن عبد مناف مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن عبدالمطلب مدینہ طیبہ کے ایک میدان میں بچوں کے ساتھ تیراندازی میں مشغول تھے قریش کے ایک آدمی کا اس طرف سے گزر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ان کا تیر ہر مرتبہ نشانے پر لگتا ہے۔ یہ تیر پھینکتے وقت یہ کہتے ہیں ہاشم کا بیٹا تیر پھینک رہا ہوں اس شخص نے مکہ مکرمہ آ کر مطلب کو ان کے بھتیجے کے متعلق بتایا ان کے چہرے پر جو تقدس کے آثار نمودار تھے وہ سنائے اس کے علاوہ ان کے رشد و ہدایت اور ہیبت و وقار کی تصویر کھینچی تو مطلب نے اسی وقت عہد کیا کہ گھر میں بعد میں داخل ہوں گا پہلے بھتیجے کو مدینہ سے مکہ لاؤں گا۔ اس شخص نے کہا اگر تم ایسا ہی ارادہ رکھتے ہو تو میرا اونٹ موجود ہے الغرض جناب مطلب اس کا اونٹ عاریتاً لے کر بغیر کہے سنے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور شیبہ کو خاموشی سے بغیر ان کی والدہ کو اطلاع کیے اونٹ پر ساتھ بٹھا کر مکہ مکرمہ لے آئے۔ راستے میں مطلب سے جس نے بھی ان کے متعلق معلوم کیا تو مطلب نے بتایا کہ مدینہ طیبہ سے غلام خرید کر لا رہا ہوں اور یہ بات اس لیے قابل قبول ہو جاتی تھی کہ شیبہ مناسب لباس بھی پہنے ہوئے تھے اس طرح شیبہ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔

ان کا نام شیبۃ الحمد رکھنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ولادت کے وقت ان کے سر کے تمام بال سفید تھے اور ایک روایت کے مطابق ان کے سر میں ایک بال سے زیادہ سفیدی نہ تھی اس لیے ان کا نام شیبۃ الحمد ہو گیا بعض لوگوں کے مطابق چونکہ یہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اس لیے شیبۃ الحمد کے لقب سے ملقب ہوئے۔

(معارج النبوت جلد اول ص ۷۰۸۔۷۰۹۔ تفہیم البخاری حصہ پنجم ص ۸۳۵)

مستجاب الدعوات ہونا:

جناب عبدالمطلب مستجاب الدعوات تھے اور انہوں نے شراب اپنے اوپر حرام

Marfat.com

کر رکھی تھی ابن کثیر کے بقول یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے غار حرا میں اللہ کی عبادت کی مسکینوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ پرندوں اور وحشی جانوروں کے لیے بھی ان کا دستر خوان بچھا رہتا تھا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ان کے کھانے کا سامان رکھا کرتے تھے اسی لیے انہیں فیاض کہا جاتا ہے اور ''پرندوں کو کھانا دینے والا'' کے نام سے مشہور تھے کیونکہ ان کا دستر خوان پرندوں کے لیے بھی تیار رہتا تھا۔ علی کہتے ہیں کہ شیبۃ الحمد نام کی وجہ یہ تھی کہ یہ نام اس شخص کا اس دور میں رکھا جاتا تھا جس کے چہرے کی خوبصورتی چودھویں رات کے چاند کی طرح اندھیرے کو ختم کر دے اور روشنی پھیلا دے۔ (زرقانی جلد اول ص ۷۱)

عبدالمطلب یمن میں:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیف بن ابی یزن کا یمن پر قبضہ ہوا اور اس نے وہاں سے اہل حبشہ کو مار بھگایا۔ یہ واقعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے دو سال بعد کا ہے۔ تو عرب کے سرداران و شعراء وفد در وفد اسے مبارک باد دینے پہنچے۔ قریش کا وفد بھی گیا۔ جن میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بھی تھے۔ ان کے علاوہ امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جدعان خویلد بن اسد بن عبدالعزی اور وہب بن عبد مناف بن زہرہ اور دیگر سرداران قریش تھے۔

یہ لوگ یمن کے پایۂ تخت صنعاء پہنچے۔ سلطان اس وقت اپنے محل کی چھت پر تھا۔ جسے غمدان کہتے تھے وفد نے ازن دخول مانگا۔ اور سلطان کے روبرو پیش ہو گئے۔ اس وقت اس نے بدن پر عنبر خوشبو لگا رکھی تھی۔ اور سر سے خوشبو کی مہک اٹھ رہی تھی۔ دائیں بائیں سلاطین وقت شہزادے اور امراء بیٹھے تھے۔ عبدالمطلب نے اذن کلام چاہا۔ سلطان سیف نے کہا کہ اگر تم بات کرنے کا سلیقہ رکھتے ہو تو تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔ عبدالمطلب گویا ہوئے۔ اے بادشاہ! اللہ نے آپ کو نہایت بلند و بالا مقام عطا کیا ہے۔ اور آپ کا نسب سب سے بہتر بنایا۔ جس کا اصل مضبوط ہے اور شاخ نہایت

Marfat.com

بلند۔ آپ کو کبھی برائی نہ ہو۔ آپ عرب کا وہ سر ہیں جو جھکنے سے نا آشنا ہے۔ عرب کا ایسا ستون ہیں۔ جس پر تمام کا دارومدار ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد ہمارے بہترین سلف تھے۔ اور آپ ہمارے لیے ان کی طرف سے بہترین نشانی ہیں۔ وہ خاندان کبھی مٹ نہیں سکتا۔ جس میں آپ کی طرح کے لوگ خلیفہ ہوں۔ اور اس خاندان کا ذکر کبھی پرانا نہیں ہو سکتا۔ جس کے آپ سلف ہوں۔

اے بادشاہ یمن! ہم حرم الٰہی کے مالک ہیں۔ خدام حرم ہیں۔ ہمیں ایک مسرت یہاں لے آئی۔ کیونکہ آپ نے ہماری ایک مستقل پریشانی ختم کر دی ہے۔ (حبشی اقتدار کا خاتمہ کر دیا ہے) ہم آپ کو مبارک دینے آئے ہیں کچھ مانگنے نہیں آئے۔ سیف بادشاہ بولا۔ اے گفتگو کرنے والے! اہل حرم میں سے تم کون ہو؟ آپ نے کہا۔ میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ وہ کہنے لگا اچھا ہماری بہن کے بیٹے ہو؟ کہاں ہاں۔ چنانچہ شاہ نے آپ کو قریب کر لیا۔ اور وفد کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ بہت بہت خوش آمدید۔ ہم آپ لوگوں کی بہتر سے بہتر میزبانی کریں گے۔ اچھا نوازیں گے۔ شاہ یمن نے تمہاری گفتگو سن لی ہے۔ اب آپ لوگ ہمارے دن رات کے مالک ہیں۔ جب تک آپ ٹھہریں گے عزت افزائی ہوگی۔ اور واپسی پر ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔

اب آپ لوگ سرکاری مہمان خانے میں تشریف لے چلیں۔ ساتھ ہی اس نے مہمانوں کے لیے یہ حکم دے دیا کہ ایک مہینہ تک انہیں ٹھہراؤ۔ شاہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اور عبدالمطلب کو اپنے قریب کر لیا۔ اور خوش آمدید کہا۔ پھر بولا اے عبدالمطلب! میں تمہیں ایک راز منتقل کرنے لگا ہوں۔ کوئی اور ہوتا تو اسے ہرگز نہ بتلاتا۔ مگر میں نے تمہیں اس کا امین پایا ہے۔ تو یہ راز تمہارے پاس محفوظ رہنا چاہیے تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر کر دے۔ کیونکہ وہ اپنے امر پر غالب ہے۔ میں نے اس خفیہ کتاب اور مخزون علم میں پڑھا ہے جو صرف ہمارے خاندان کے لیے مخصوص ہے۔ کوئی اسے ہرگز نہیں پا سکتا وہ یہ کہ ایک عظیم بھلائی ظاہر ہونے والی ہے۔ جو بعض لوگوں

Marfat.com

کے لیے بڑا خطرہ ہو گی۔ اس میں حیات انسانی کے لیے شرافت و فضیلت کا خزانہ ہو گا۔ تمہارے وفد کے لیے عموماً اور تمہارے لیے خصوصاً۔ عبدالمطلب کہنے لگے۔ آپ جیسا بادشاہ ہمیشہ صاحب مسرت و خیر رہے۔ وہ بھلائی کیا ہے آپ پر ہم جیسے بادیہ نشین گروہ در گروہ قربان ہوں؟

بادشاہ کہنے لگا۔ جب مکہ میں وہ بچہ پیدا ہو گا۔ جس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) ہو گی۔ اس کے لیے امامت ہو گی اور اس کی برکت سے تمہاری کرامت قیامت تک ہو گی۔ عبدالمطلب کہنے لگے۔ آپ برائی سے دور رہیں۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ ہمارا وفد نہایت خوش بخت ہے۔ اور ہم وہ کچھ لے کر لوٹیں گے جو ایک کامیاب وفد کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر جلالت سلطان مانع نہ ہو۔ تو میں اس کی کچھ وضاحت چاہوں گا تاکہ میری مسرت میں مزید اضافہ ہو۔ شاہ نے کہا۔ وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ یا ہو چکا ہے۔ اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس کے کندھوں کے درمیان علامت ہے۔ اس کے والدین فوت ہو جائیں گے۔ دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ ہم نے پیش گوئی بارہا پڑھی ہے۔ اللہ اسے روز و روشن کی طرح ظاہر کرے اور ہمیں اس کا خادم اور ناصر کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے اولیاء کو معزز اور دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ دشمن اپنی عزت کھو بیٹھیں گے اور ان کی عالی نسب عورتیں مباح کر لی جائیں گی۔ رحمان کی عبادت ہو گی۔ شیطان ذلیل ہو گا۔ آگ بجھ جائے گی اور بت ٹوٹ جائیں گے۔ اس کا فیصلہ تقدیر الٰہی اور اس کا حکم سراپا عدل ہو گا نیکی کا حکم دے گا اور اسے خود کرے گا۔ برائی سے روکے گا اور اس سے خود باز رہے گا۔

عبدالمطلب کہنے لگے۔ اے شاہ یمن! آپ کے پڑوسی معزز ہیں آپ کی کوشش کامیاب اور شان بلند رہے عمر لمبی ہو اور ملک ہمیشہ قائم رہے۔ کہا بادشاہ آپ مزید وضاحت کر سکتے ہیں؟ سیف نے کہا۔ غلاف والے کعبہ کی قسم جس کی شہرت دور دور تک ہے اے عبدالمطلب اس بچے کے دادا تو تم ہو۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ عبدالمطلب یہ سن کر سجدے میں گر گئے۔ شاہ نے کہا سر اٹھائیں۔ تمہارا سینہ ٹھنڈا رہے

Marfat.com

کہ کیا میری ذکر کردہ علامات تم میں موجود ہیں؟ عبدالمطلب کہنے لگے۔ ہاں اے بادشاہ میرا ایک بیٹا تھا جس کے ساتھ مجھے بے حد پیار تھا میں نے اسے اپنی قوم کی ایک عالی نسب عورت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے بیاہ دیا۔ اس سے لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ اس کے ماں باپ مر گئے۔ میں نے اور اس کے چچا نے اس کی پرورش کی اس کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ آپ کی ذکر کردہ تمام علامات کا حامل ہے۔ سیف نے کہا۔ اپنے بیٹے کی حفاظت کرو۔ اسے یہود سے بچاؤ۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ یہود کو اس تک نہیں پہنچنے دے گا۔ میرا یہ راز اپنے ساتھی وفد سمیت کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ ممکن ہے ان کے دلوں میں حسد آ جائے۔ کہ ریاست انہیں حاصل ہونے والی ہے۔ پھر یہ لوگ اس کے لیے مصائب کھڑے کریں گے۔ اس کے خلاف سازش کریں گے۔ اگر موت مجھے ہلاک کرنے والی نہ ہوتی۔ تو میں اپنے سارے سوار لے کر چلتا اور یثرب کو پایہ تخت بنا لیتا۔ کیونکہ میں نے اس بولتی کتاب میں پڑھا ہے۔ کہ اس نبی کا قرار بھی یثرب میں ہوگا۔ اور مزار بھی یثرب میں ہوگا۔ اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا کہ اسے آفات زمانہ سے محفوظ رکھا جائے تو میں عرب کے چپے چپے پر اس کا چرچہ کرتا۔ اور نوعمری میں ہی اس کا ذکر بلند ہو جاتا مگر میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

بعد ازاں شاہ یمن نے وفد کے ہر فرد کو سو سو اونٹ، دس دس غلام، دس دس لونڈیاں، دس دس رطل چاندی اور سونا اور عنبر سے بھرا ہوا ایک ایک برتن دیا۔ جبکہ عبدالمطلب کے لیے اس سے دس گنا زیادہ کیا۔ اور چلتے ہوئے عبدالمطلب سے کہنے لگا یہ سال ختم ہونے پر مجھے اس بچہ کی خبر لا دینا۔ مگر سال ختم ہونے سے پہلے ہی سیف بادشاہ داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ عبدالمطلب قریش سے کہا کرتے تھے اے قریش تم میں سے کوئی شخص مجھ پر اس لیے رشک نہ کرے کہ شاہ یمن نے مجھے بہت نوازا تھا۔ یہ مال تو ختم ہونے والی چیز ہے بلکہ مجھے اس شرافت کی مبارکباد دو جو ہمیشہ باقی رہے گی۔ اور جب پوچھا جاتا کہ وہ شرافت کیا ہے؟ تو آپ جواب دیتے کہ وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ خواہ اسے کچھ وقت لگے۔ (دلائل النبوۃ جلد اول ص ۱۱۴ تا ۱۱۹)

Marfat.com

یہودی عالم کی پیشنگوئی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب عبدالمطب نے مجھ سے بیان کیا۔ میں ایک مرتبہ سردیوں میں یمن گیا تو وہاں ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی۔ ایک زبور کو ماننے والے شخص نے مجھ سے پوچھا کس خاندان سے ہو؟ میں نے کہا قریش سے پوچھا۔ ان کی کون سی شاخ میں سے؟ میں نے کہا بنی ہاشم سے۔ پھر وہ کہنے لگا: اے ابو عبدالمطلب! اجازت ہو تو میں تمہارا کچھ جسم دیکھ سکتا ہوں؟ میں نے کہا شرمگاہ کے علاوہ دکھا سکتا ہوں۔ اس نے میری ناک کا دایاں نتھنا پھر بایاں دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت اور دوسرے میں نبوت ہے ہم تو اس کا حقدار بنی زہرہ کو جانتے تھے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا مجھے کیا خبر۔ کہنے لگا۔ تمہاری بیوی ہے۔ میں نے کہا ابھی تو نہیں۔ پھر عبدالمطلب بیان کرنے لگے کہ میں جب واپس مکہ آنے لگا تو اس نے کہا کہ بنی زہرہ میں شادی کرنا۔ چنانچہ میں نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے شادی کی۔ اس سے میرے ہاں حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے اور پھر جناب عبداللہ نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی۔ تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ (دلائل النبوۃ ابونعیم جلد اول ص ۱۶۱۔ دلائل النبوۃ بیہقی جلد اول ص ۱۰۶)

اس طرح جناب عبدالمطلب ایک دن حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایک نجران کا آسف نامی عالم بھی بیٹھا تھا یہ ان کا بڑا دوست تھا۔ گفتگو ہو رہی تھی تو کہنے لگا۔ ہم اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک پیغمبر کی خوشخبری پاتے ہیں کہ جن کی جائے پیدائش یہی مکہ ہوگی۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ اتنے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے آسف نے آپ کو آپ کی آنکھوں اور قدموں کو دیکھا اور پوچھا یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ میں نے کہا میرا بیٹا ہے آسف کہنے لگا ہمیں تو یہ پتہ

Marfat.com

ہے کہ اس کا باپ زندہ نہ ہو گا۔ تو عبدالمطلب کہنے لگے میں نے کہا کہ میں اس کا دادا ہوں۔ اس کا باپ اس کی پیدائش سے قبل ہی انتقال کر گیا تھا۔ وہ کہنے لگا یہ سچ ہے۔ پھر جناب عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ اپنے چچا زاد بھائی کی خوب حفاظت کرنا کیا تم اس کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ سنتے نہیں۔ (دلائل النبوۃ جلد اول ص ۲۰۷ تا ۲۰۸)

جناب عبدالمطلب کی وفات:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کے ساتھ رہا کرتے تھے جناب عبدالمطلب کے لیے کعبۃ اللہ کے زیر سایہ فرش بچھایا جاتا تھا اور ان کے بیٹے فرش کے اطراف میں بیٹھے رہتے یہاں تک وہ خود اس کی طرف آتے۔ بیٹوں میں سے کوئی بھی والد کی عظمت کے لحاظ سے فرش پر نہ بیٹھتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں کہ سن شعور کو پہنچ چکے تھے آپ جب تشریف لاتے تو فرش پر بیٹھ جاتے آپ کو وہاں سے ہٹا دینے کے لیے چچا پکڑ لیتے تو عبدالمطلب کہتے میرے بچے کو چھوڑ دو اللہ کی قسم! اس کی تو بہت بڑی شان ہے پھر عبدالمطلب آپ کو ساتھ اس فرش پر بٹھا لیتے اور آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرتے رہتے۔ آپ کو جو کام بھی کرتے دیکھتے انہیں خوشی ہوتی۔ جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھویں برس میں قدم رکھا تو عبدالمطلب بن ہاشم وفات پا گئے یہ حادثہ واقعہ فیل سے آٹھ سال بعد پیش آیا۔

(سیرت النبی مرتبہ ابن ہشام جلد اول ص ۱۸۹۔۱۹۰)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

واقدی کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کسریٰ نوشیرواں کے زمانے میں پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابو احمد ہے۔ آپ جناب عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے چونکہ ان کی پیشانی میں نور محمدی اپنی شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس

Marfat.com

لیے حسن وخوبی کے پیکر اور جمال صورت وکمال سیرت کے آئینہ دار اور عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔ قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ اور ان سے شادی کی خواستگار تھیں مگر جناب عبدالمطلب ان کے لیے ایک ایسی لڑکی کی تلاش میں تھے جو حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسب ونسب کی شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔ عجیب اتفاق کہ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شکار کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے۔ ملک شام کے یہودی نشانیاں دیکھ کر پہچان گئے کہ نبی آخرالزمان کے والد ماجد یہی ہیں چنانچہ ان یہودیوں کی ایک بہت بڑی جماعت مسلح ہو کر اس نیت سے جنگل میں گئی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں دھوکہ سے قتل کر دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل وکرم سے بچالیا۔ پردہ غیب سے چند ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتے تھے۔

ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بھرپور حفاظت کی اس روز وہب بن مناف بھی جنگل میں موجود تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا اس لیے ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت وعقیدت پیدا ہوگئی اور گھر آ کر یہ عزم کر لیا کہ میں اپنی پیاری بیٹی آمنہ کی شادی عبداللہ ہی سے کروں گا چنانچہ اپنی اس دلی خواہش کو اپنے چند دوستوں کے ذریعے انہوں نے جناب عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ دوسری طرف جناب عبدالمطلب اپنے پیارے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے وہ تمام خوبیاں حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا میں موجود تھیں۔ جناب عبدالمطلب نے بخوشی اس رشتہ کو منظور کر لیا چنانچہ چوبیس برس کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا۔ اس کے بعد نور محمد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں جلوہ گر ہوگیا اور جب حمل پاک کو دو ماہ پورے ہو گئے تو جناب عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

کھجوریں لینے کے لیے مدینہ طیبہ بھیجا یا تجارت کے سلسلہ میں ملک شام کی طرف روانہ کیا وہاں سے واپس لوٹتے ہوئے مدینہ طیبہ میں اپنے والد کے ننہال بنو عدی بن نجار میں ایک ماہ بیمار رہ کر پچیس برس کی عمر میں رحلت فرما گئے اور وہیں دارِ نابغہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

اس سے قبل قافلہ والوں نے واپس مکہ مکرمہ پہنچ کر جناب عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ کی بیماری کا حال سنایا تو انہوں نے خبر گیری اور حال معلوم کرنے کی غرض سے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ طیبہ بھیجا اور ان کے مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وفات پا چکے تھے۔ جناب حارث نے مکہ مکرمہ واپس آ کر جب ان کے انتقال کی خبر سنائی تو سارا گھر سوگوار ہو گیا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو بھی شدید صدمہ ہوا اور وہ غم سے نڈھال ہو گئیں۔

(زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۱۰۱۔ مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۴)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کے بعد جب انہیں حمل قرار پا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت ہو گئی تو عرب کے رواج کے مطابق نومولود کو دودھ پلوانے اور پر فضا مقام کی طرف بھیجنے کی غرض سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا گیا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جانے لگیں تو آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا اے حلیمہ! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ایک ایسے بچے کو لیے جا رہی ہو جو عجیب شان والا ہے۔ اللہ کی قسم! میں جب حمل میں تھی تو مجھے کوئی ایسی بات پیش نہ ہوئی جو دوران حمل عام عورتوں کو پیش آتی ہیں میرے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا گیا کہ تم عنقریب ایک بچہ کو جنم دے رہی ہو اس کا نام احمد رکھنا اور وہ تمام رسولوں کے سردار ہوں گے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول

Marfat.com

ص ۱۵۱)

دو برس کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا گیا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں واپس لائیں مگر ان دنوں مکہ مکرمہ میں وبائی امراض پھیلے ہوئے تھے چنانچہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر واپس بھیج دیا۔ پانچ برس کی عمر کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر واپس مکہ مکرمہ لائیں اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ آپ کے دادا کے ننھیال بنو عدی بن نجار میں رشتہ داروں کی ملاقات اور اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی باندی ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ وہاں سے واپسی پر ابواء نامی گاؤں میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوئیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ لائیں اور آپ کے دادا جناب عبدالمطلب کے سپرد کیا اور دادا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت کرتی رہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھویں برس میں قدم رکھا تو دادا جناب عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کی تعداد میں مورخین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے بعض ان کی تعدادا گیارہ بتاتے ہیں بعض کا کہنا ہے کہ دس تھے۔ جبکہ بعض نو چچا بتاتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) حارث (۲) ابو طالب (۳) زبیر (۴) حمزہ (۵) عباس (۶) ابولہب (۷) مقوم (۸) ضرار (۹) قثم (۱۰) عبدالکعبہ (۱۱) غیداق (۱۲) حجل

(مواہب لدنیہ بحوالہ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سے جن کے حالات تاریخ و کتب سیر میں ملتے ہیں ان کے مختصر حالات ذیل میں درج کر دیئے گئے ہیں۔

جناب حارث:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب حارث حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ کی حکومت و سرداری حضرت عبدالمطلب کو ملی تو اس کے بعد چاہ زمزم کو ظاہر کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا اور جناب عبدالمطلب کو خواب میں چاہ زمزم کا مقام دکھا کر حکم دیا کہ اسے ظاہر کرو چونکہ اس کی جگہ مشتبہ تھی کہ کس جگہ ہے۔ انہوں نے آثار و قرائن سے معلوم کیا اور چاہا کہ اسے کھوجیں تو قریش نے مخالفت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ چاہ زمزم کی جگہ پر دو بت نصب تھے جن کا نام اساف اور نائلہ تھا اور قریش نہیں چاہتے تھے کہ بتوں کے

Marfat.com

درمیان میں کنواں کھودا جائے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے جناب حارث کو ساتھ لیا اور چاہ زمزم کھود کر ظاہر کر دیا۔ چونکہ اس وقت صرف جناب حارث نے اپنے والد جناب عبدالمطلب کے ساتھ بڑی جانفشانی سے کام کیا تھا تو اس وقت جناب عبدالمطلب نے خیال کیا کہ اگر ان کے بہت سے بیٹے ہوتے تو ان کے مددگار ہوتے اور کام آسان ہو جاتا چنانچہ یہ نذر مانی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا فرمائے گا اور وہ بلوغ کی حد کو پہنچ کر ان کے مددگار بن جائیں گے تو وہ ان میں سے ایک فرزند کی اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی دیں گے اللہ تعالیٰ نے ان کو دس بیٹے عطا فرمائے جناب حارث اپنے والد کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر شام کے وقت زندہ تھے بعد میں وفات پائی۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۶)

حضرت زبیر:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب زبیر کے احوال کے بارے میں بہت زیادہ معلومات نہیں ملتیں مگر مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نہایت رحمدل اور نیکی کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ شاعری میں درجہ کمال حاصل تھا نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے سوشل کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے حلف الفضول (معاہدہ) کے معاملے میں ان کی بہت زیادہ کاوش تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۴ برس کی تھی جب جناب زبیر وفات پا گئے۔

جناب ابو طالب:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابو طالب اپنے بھتیجے سے بہت پیار کرتے تھے حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر چچا بھی حیات تھے۔ مگر حضرت عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب ابو طالب کے سپرد کیا چنانچہ جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد جناب ابو طالب نے

Marfat.com

آپ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور گھر کے اندر ہوں یا باہر جناب ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے اپنے پاس ہی آپ کا بستر بچھاتے اور ایک لمحہ کے لیے بھی کبھی اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

جناب طالب بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کوئی ایذا پہنچائی ہو یا بے ہودہ لڑکوں کے پاس کھیلنے کے لیے گئے ہوں یا کبھی کوئی خلاف تہذیب بات کی ہو ہمیشہ انتہائی خوش اخلاقی، نیک اطوار، نرم گفتار، بلند کردار اور اعلیٰ درجے کے پارسا، پرہیز گار رہے۔

جناب ابو طالب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار کہنا:

سردار مکہ جناب ابو طالب کے عہد میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں زبردست قحط پڑا۔ شدید قحط کی صورتحال میں لوگ جمع ہو کر جناب ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو طالب! قحط کے باعث برا حال ہے جانور گھاس پانی کے لیے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں قافلوں کی آمد روفت بند ہوگئی ہے ہر طرف بربادی اور ویرانی کا دور دورہ ہے آپ بارش کے لیے دعا کیجئے۔ چنانچہ جناب ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مصروف ہوگئے۔ دعا کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو آسمان کی طرف اٹھا دیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں فوراً ہی اس زور کا باران رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہوگئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ کھیتوں کی زمینیں سرسبز شاداب ہوگئیں قحط کا خاتمہ ہو گیا جس سے پورے عرب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

اس وقت جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک طویل قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

Marfat.com

وَ اَبْیَضُ یُسْتَقْسَی الْغَمَا بِوَجْهِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃُ لِلْاَرَامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعے بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔(زرقانی علی الواہب جلد اول ص ۱۹۰)

جناب ابو طالب کا سفر شام:

اس ضمن میں مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال ہوگئی تو حضرت ابو طالب جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تاجرانہ حیثیت سے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا جب سفر کے لیے تیار ہوئے اور سامان سفر باندھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سفر میں ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا چونکہ حضرت ابو طالب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا اس لیے سوچ میں پڑ گئے مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر فرمایا اے چچا جان! مجھے اس شہر میں کس امید پر چھوڑے جا رہے ہیں تو اس پر حضرت ابو طالب کا دل بھر آیا اور قلب پر رقت طاری ہوگئی اور کہا، خدا کی قسم! ضرور انہیں اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ وہ ہرگز مجھ سے جدا نہ ہوں گے اور نہ میں ان سے کبھی جدا ہوں گا جب حضرت ابو طالب نے قسم کھائی تو دوسرے عزیز و اقارب نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اس فرزند کو جس سے سورج کی گرمی بھی پرہیز کرتی ہے بارہ سال کی عمر میں اسے کوئی شخص سفر میں کیسے لے جا سکتا ہے۔ اس پر حضرت ابو طالب شش و پنج میں پڑ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دینا چاہا اچانک دیکھا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں تنہا بیٹھے رو رہے ہیں پوچھا، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! کیا بات ہے کہ تم آنسو بہا رہے ہو؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت ابو طالب کہنے لگے شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس

Marfat.com

لیے آنسو بہا رہے ہیں کہ ہم سے جدا ہونا پڑ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ سننا تھا کہ حضرت ابو طالب نے کہا۔ خدا کی قسم! اس کے بعد کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی نہ کروں گا چنانچہ شام کے اس سفر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر چل پڑے حضرت ابو طالب سفر میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نگاہ رکھتے تھے۔

جب مقام کعربہ میں پہنچے جو کہ بصریٰ اور اس کے درمیان دس کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں بحیرا نامی ایک راہب کلیسا میں رہتا تھا جو کہ نصرانیوں کا بہت بڑا عالم تھا اس نے جب سے رہبانیت اختیار کی اسی کلیسا میں اس نے اپنا قیام رکھا اس کلیسا میں ایک کتاب تھی جس کا علم اس راہب کو تھا بعض کا کہنا ہے کہ وہ کتاب اس کے اسلاف سے ورثے میں چلی آ رہی تھی۔ اس سال قافلہ بحیرا کے پاس اترا حالانکہ بارہا اس سے قبل بھی اس کے پاس سے ان لوگوں کا گزر ہوتا تھا لیکن وہ ان سے کسی قسم کا غرض نہ کرتا تھا اور نہ ہی کوئی بات کرتا تھا اب جب قافلے کے لوگوں نے یہاں پر پڑاؤ کیا تو بحیرا نے ان کے لیے بہت سا کھانا تیار کیا بعض کا کہنا ہے کہ جب بحیرا کلیسا میں تھا اور قافلہ آ رہا تھا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلے میں یوں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے اور اصل وجہ اس دعوت کی یہی بات تھی۔ چنانچہ جب قافلہ اس کلیسا کے نزدیک ہی ایک درخت کے سائے میں اترا تو بحیرا نے اس وقت بھی دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا درخت پر سایہ کیے ہوئے ہے درخت کی شاخیں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکی ہوئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نیچے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ جب بحیرا نے یہ ساری باتیں ملاحظہ کیں تو وہ کلیسا کی چھت سے اترا اور اس نے کھانے کی تیاری کا حکم دے دیا جب کھانا تیار ہو گیا تو بحیرا راہب نے قافلہ والوں کے پاس ایک آدمی بھیجا کہ سب کو بلا کر لائے جب سب لوگ آ گئے تو اس نے کہا اے گروہ قریش! میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے میری خواہش ہے کہ تم سب کے سب آؤ خواہ تم میں کوئی

Marfat.com

چھوٹا ہو یا بڑا، غلام ہو یا آزاد، قافلے والوں میں سے ایک شخص نے اس سے کہا آج تو تمہاری حالت ہی کچھ اور ہے ہم تو تمہارے پاس سے بار ہا گزرے ہیں تم ایسا سلوک ہمارے ساتھ تو نہیں کرتے تھے آج ایسی کون سی غیر معمولی بات ہوگئی؟ بحیرا کہنے لگا۔ تم نے بالکل سچ کہا ہے جو کچھ تم کہہ رہے ہو میری حالت ویسی ہی تھی لیکن تم لوگ مہمان ہو اور میری یہ خواہش ہے کہ تمہاری عزت کروں اور تمہارے لیے کھانا تیار کروں تاکہ تم سب کھاؤ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کم عمری کی وجہ سے قافلے والوں کے کجاووں کے پاس اسی درخت کے نیچے تشریف فرما رہے جب بحیرا نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ صفت جو اس کے خیال میں تھی اور جسے وہ جانتا تھا نہ دیکھی تو پھر کلیسا کی چھت پر چڑھا اور اس بادل کو اسی طرح درخت کے اوپر سایہ فگن دیکھا تو چھت سے نیچے اتر آیا اور کہنے لگا اے گروہ قریش! میری درخواست یہ تھی کہ تمام لوگ دعوت میں تشریف لائیں میرا خیال ہے کہ بعض لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا اے بزرگ! تیرے پاس آنے سے بجز ایک لڑکے کے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جسے تیرے پاس آنا چاہیے تھا وہ لڑکا عمر میں سب سے چھوٹا ہے اس لیے وہ ہمارے کجاووں کے پاس رہ گیا ہے۔ بحیرا نے کہا ایسا نہ کرو میری خواہش ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں اور اس کھانے میں تمہارے ساتھ شریک ہوں۔

قریش کے ایک شخص نے جوان ہی کے ساتھ تھا، ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ حارث بن عبدالمطلب تھے کہا، لات وعزی کی قسم! ہمارے لیے ذلت کا باعث ہے کہ ہم میں سے عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا کھانے سے چھوٹ رہے۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو لے گئے۔ بحیرا دیکھ رہا تھا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے سے باہر تشریف لائے تو وہ سفید بادل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی روانہ ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف لے آئے تو بحیرا راہب تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی عزت و

Marfat.com

احترام سے بٹھایا روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بحیرا نے مہمانوں کو درخت کے سایہ میں بٹھایا ہوا تھا پیچھے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے تو بادل سایہ فگن تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں داخل ہوئے تو اس درخت کا سایہ جس میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھک گیا۔ بحیرا نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا دیکھو اس درخت کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے مائل ہوتا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آ کر بیٹھ گئے۔ بحیرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی غور سے دیکھنے لگا اور جسم پاک کے ان خاص خاص حصوں کا معائنہ کرنے لگا جن کے صفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں اپنے پاس پاتا تھا یہاں تک کہ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو بحیرا اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ اے لڑکے! میں تجھے لات وعزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں ٹھیک جواب دے گا۔

بحیرا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا اس لیے کہا تھا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو ان دونوں کی قسمیں کھاتے ہوئے سنا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لات وعزیٰ کی قسم دے کر مجھ سے کوئی بات نہ پوچھ اللہ کی قسم! مجھے ان دونوں سے جتنا بغض ہے اور کسی چیز سے کبھی نہیں رہا۔ بحیرا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ بتایئے جو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہیں مناسب معلوم ہو وہ مجھ سے دریافت کرو۔

بحیرا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متفرق سوالات کیے بعض نیند اور بیدار ہونے کے بارے میں اور بعض دوسرے امور کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوالات کے جواب دیتے رہے اور خواب کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ میری آنکھ سو جاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات بابرکات کی علامات وصفات بیان فرماتے جاتے تھے اور بحیرا راہب ان

Marfat.com

صفات کو جو اس نے کتب سابقہ میں آخری نبی صلی اللہ علی وسلم کی صفات کے ضمن میں پڑھ رکھی تھیں کے موافق پاتا تھا پھر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک کی طرف دیکھ کر حضرت ابو طالب اور بعض مخصوص لوگوں سے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پوچھا کہ یہ سرخی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے زائل ہوتی ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ زائل ہوئی ہو۔ چنانچہ یہ علامت بھی درست نکلی اسے اور زیادہ یقین ہو گیا لیکن دل کی تسلی اور یقین کو تقویت پہنچانے کی غرض سے بحیرا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ دوش مبارک سے کپڑا ہٹائیں تاکہ وہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیا کی وجہ سے دکھانا نہ چاہتے تھے اس پر حضرت ابو طالب نے کہا۔ اے میری دونوں آنکھوں کے نور! بحیرا کو مہر نبوت کے دیدار سے محروم نہ رکھو چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوش مبارک سے کپڑا ہٹایا بحیرا راہب نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اور اس پر بوسہ دیا فرط جذبات سے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

بحیرا نے چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو طالب کے ساتھ رابطہ اور حضرت ابو طالب کی نگہداشت کو ملاحظہ کیا تھا چنانچہ وہ حضرت ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا اس لڑکے کا تم سے کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا میرا بیٹا ہے بحیرا نے ان سے کہا، یہ تمہارا بیٹا نہیں اس کے والدین زندہ لوگوں میں نہیں ہونے چاہئیں۔ حضرت ابو طالب نے کہا میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ بحیرا نے ان سے کہا پھر ان کا باپ کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہوا ہے۔ بحیرا کہنے لگا تم نے سچ کہا۔ پھر اس نے حضرت ابو طالب سے کہا یہ لڑکا آخری نبی ہے اس کی شریعت دنیا میں پھیلے گی اس کا روشن دین تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دے گا آپ اسے شام نہ لے جائیں کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ آخری نبی ہیں تو خطرہ ہے کہ وہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ آپ بہت جلد ان کو

Marfat.com

اپنے شہر میں پہنچا دیں۔ حضرت ابو طالب نے یہ سنا تو بہت فکر مند ہوئے سامان تجارت کو بصرہ میں ہی فروخت کیا اور مکہ مکرمہ کو واپس تشریف لے گئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام سے واپس مکہ مکرمہ بھیج دیا گیا اور خود تجارت کی تکمیل کے لیے شام کی طرف گئے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت ابو طالب جب شام کی تجارت سے فارغ ہو گئے تو وہاں سے جلد نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ چلے آئے۔

(ترمذی شریف جلد دوم۔ مدارج النبوت جلد دوم ص ۴۰۔۴۱ زرقانی علی المواہب جلد دوم)

جناب ابو طالب کی وفات:

نبوت کے دسویں سال جناب ابو طالب وفات پا گئے۔ مواہب لدنیہ کے مطابق جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے انچاس سال آٹھ ماہ اور گیارہ یوم گزرے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا بعض کا کہنا ہے کہ سن دس نبوی کے نصف ماہ شوال میں وفات پائی جبکہ بعض کہتے ہیں ہجرت سے تین برس قبل ستاسی برس کی عمر میں وفات پائی۔

مروی ہے کہ جناب ابو طالب کی وفات کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے تھے کہ چچا کلمہ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے میں روز قیامت آپ کو اس کلمہ کی بدولت شفاعت کر کے چھڑا لوں گا جناب ابو طالب نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کلمہ کے کہلوانے میں بڑی خواہش دیکھی تو کہنے لگے اے میرے بھتیجے! اگر مجھے قریش کا یہ ڈر نہ ہوتا کہ وہ میرے بارے میں یہ کہیں گے کہ یہ کلمہ موت کی بے صبری کے خوف کی بناء پر کہہ دیا ہے تو میں یہ کہہ کر آپ کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کر دیتا۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ کہا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ کو میرے بعد طعنہ دیں گے اور کہیں گے کہ تمہارے چچا نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا ہے تو ضرور کہہ دیتا۔

مروی ہے کہ جناب ابو طالب نے چند اشعار اس وقت کہے جن کا مفہوم یہ

Marfat.com

ہے کہ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی اور میں جانتا ہوں کہ آپ ہمیشہ سے میرے ناصح اور خیر خواہ ہیں اور یقیناً آپ کا فرمانا سچ ہی ہے اور آپ اس میں امین ہیں اور آپ نے ایک ایسے دین کو ظاہر کیا ہے جسے میں جانتا ہوں کہ وہ دین ساری مخلوق کے دینوں سے بہتر اور افضل ہے اگر مجھے لوگوں کے برا بھلا اور ملامت کرنے کا خوف نہ ہوتا تو یقیناً آپ مجھے قبول کرنے والا اور اسے ظاہر کرنے والا جوانمرد پاتے۔

اس وقت قریش کے سرکردہ لوگ بھی پاس ہی تھے جن میں ابولہب اور ابوجہل بھی تھے انہوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا اور کہا اے ابو طالب! کیا تم اپنے باپ دادا کی ملت اور اپنے بزرگوں عبدالمطلب ہشام اور عبد مناف کے دین سے برگشتہ ہو رہے ہو؟ جناب ابو طالب نے کہا۔نہیں میں اپنے بزرگوں کی ملت پر ہوں اور وفات پا گئے۔

مواہب لدنیہ میں ہشام بن سائب سے منقول ہے کہ جب جناب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے قریش کے جوانوں اور ان کے بڑوں کو اپنے پاس بلایا اور ان کو وصیت کرتے ہوئے کہا اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مخلوق میں بزرگی دی ہے۔ میں تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ وہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق یعنی سچے ہیں اور ان میں ہر حسن وخوبی جمع ہے میں ان کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں بلاشبہ وہ ایسی بات لائے ہیں جن کو ہر دل تو مانتا ہے مگر زبانیں ملامت کے خوف سے انکار کر رہی ہیں۔ میں رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے فقیروں، درویشوں، عرب کے بادیہ نشینوں اور کمزور ناتواں لوگوں کو کہ وہ سب ان کی دعوت قبول کرتے اور ان کے کلمے کی تصدیق کرتے اور ان کو اپنا بزرگ و رہنما جانتے ہیں پھر قریش اور ان کے بڑوں کے سر جھک گئے ہیں اور ان کے مکانات ویران ہو گئے ہیں۔ ان کے کمزور، صاحب ثروت اور عظیم تر بن گئے ہیں اور جو ان میں بزرگ اور بڑے تھے وہ ان میں ذلیل وخوار اور حقیر بن گئے ہیں اور جو ان سے بہت دور تھے وہ ان سے نزدیک مقدر والے اور بہرہ مند ہو گئے ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے عرب کو خالص بنا

Marfat.com

دیا ہے اور اپنی محبت ان کے دلوں میں خوب رچا بسا دی ہے اور وہ سب ان کی اطاعت و فرمانبرداری کر رہے ہیں (یہ تمام واقعات آئندہ ہونے والے ہیں اور میں گویا اس وقت دیکھ رہا ہوں) تو اے گروہ قریش! تم ان سے محبت کرنے والے اور ان کی نصرت و حمایت کرنے والے بن جاؤ۔ رب کعبہ کی قسم! جو بھی ان کی پیروی کی راہ اختیار کرے گا اور ان کی متابعت کرے گا۔ یقیناً وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوگا اور کوئی نیک بخت ان کی سیرت و خصلت کا انکار نہیں کرے گا۔ اگر میں کچھ عرصہ اور زندہ رہا اور میری اجل میں کچھ تاخیر ہے تو میں یقیناً ان کی حفاظت و حمایت کرتا رہوں گا اور ہر حادثہ و برائی کو ان سے دور رکھوں گا یہ وصیت کر کے جناب ابو طالب اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۷۔۷۸)

ابولہب:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کا اصل نام عبدالعزیٰ تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرایئے۔ سورۃ شعراء کی آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یا معشر قریش کہہ کر قبیلہ قریش یعنی اپنے خاندان والوں کو بلایا جب سب قریش جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو قریش خفا ہو گئے جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا ابولہب نے تو گستاخی کی حد کر دی سب سے پہلے اس نے ہی تکذیب کی اور کہا اللہ تجھ کو ہلاک کرے ہم کو اسی لیے جمع کیا تھا۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۷۰۲ و کتب تفاسیر)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے۔ فرماتے

Marfat.com

لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ابو لہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کہتا۔ اے لوگو! یہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے دین کے پھیرنا چاہتے ہیں ان کے قریب نہ جانا۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۶۰)

ابولہب کا عبرتناک انجام:

جنگ بدر میں جب مشرکین شکست کھا کر واپس مکہ مکرمہ گئے تو ابولہب نے ان سے جنگ کے واقعات سنے جسے سن کر اسے بہت رنج و ملال ہوا چونکہ اس نے خود جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی اس لیے دوسروں کے طعنے بھی اسے سننے پڑے چند دنوں کے بعد ہی وہ چیچک کی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس سے اس کا سارا بدن سڑ گیا اور آٹھویں دن مر گیا۔ عرب کے لوگ چیچک سے بہت ڈرتے تھے اور اس بیماری میں مرنے والے کو بہت ہی منحوس سمجھتے تھے اس لیے اس کے بیٹوں نے بھی تین دن تک اس کی لاش کو ہاتھ نہ لگایا مگر اس خیال سے کہ لوگ طعنہ ماریں گے ایک گڑھا کھود کر لکڑیوں سے دھکیل کر لے گئے اور اس گڑھے میں لاش کو گرا کر اوپر سے مٹی ڈال دی اور بعض مورخین نے تحریر فرمایا کہ دور سے لوگوں نے اس گڑھے میں اس قدر پتھر پھینکے کہ ان پتھروں سے اس کی لاش چھپ گئی۔ (زرقانی جلد اول ص۴۵۲)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے اور آپ کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ ۱۳ نبوی میں حج کے موقع پر مدینہ طیبہ کے تقریباً بہتر اشخاص نے منیٰ کی گھاٹی میں اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ساتھ موجود تھے۔ اس موقع پر ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ عہد کیا کہ ہم لوگ آپ کی اور اسلام کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے اہل مدینہ سے کہا کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان بنی ہاشم میں ہر طرح محترم اور باعزت ہیں ہم لوگوں نے دشمنوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے اب تم لوگ ان کو اپنے وطن میں لے جانے کے خواہش مند ہو تو سن لو۔ اگر مرتے دم تک تم لوگ ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ہے ورنہ ابھی سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ طیش میں آ کر کہنے لگے کہ ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ (یعنی کہ ہم حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں۔)
(زرقانی علی المواہب جلد اول ص ۳۱۷)

حضرت عباس کا گرفتار ہونا:

غزوہ بدر میں بہت سے لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جن میں حضرت عباس بھی شامل تھا ان قیدیوں میں سے جو قیدی چار ہزار درہم فدیہ ادا کر سکتا تھا اس کو فدیہ کی رقم لے کر چھوڑ دیا گیا جو لوگ مفلسی کی وجہ سے فدیہ نہیں دے سکتے تھے وہ ویسے ہی بغیر فدیہ کے چھوڑ دیئے گئے ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

چونکہ حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اس لیے انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت عباس ہمارے بھانجے ہیں لہٰذا ہم ان کا فدیہ معاف کرتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور نہیں فرمائی۔ حضرت عباس قریش کے ان دس دولت مند رئیسوں میں سے تھے جنہوں نے لشکر کفار کے راشن کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی۔ اس غرض کے لیے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ فوج کو کھانا کھلانے میں ابھی حضرت عباس کی باری نہیں آئی تھی اس لیے وہ سونا ابھی تک ان کے پاس محفوظ تھا اس سونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں شامل فرما لیا اور حضرت عباس سے

Marfat.com

مطالبہ فرمایا کہ وہ اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عمرو بن حجدم کا بھی فدیہ ادا کریں۔

حضرت عباس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی مال ہی نہیں ہے میں کہاں سے فدیہ ادا کروں؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان! آپ کا وہ مال کہاں ہے جو آپ نے جنگ بدر سے روانہ ہوتے وقت اپنی بیوی ام الفضل کو دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال میرے لڑکوں کو دینا۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا قسم ہے اس پروردگار کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ اس مال کا علم میرے اور میری بیوی ام الفضل کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عباس نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی۔ پھر اس کے بعد حضرت عباس، حضرت عقیل بن ابی طالب اور حضرت نوفل بن حارث تینوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

(زرقانی جلد اول ص ۴۴۷۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۹۷)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ۱۲ رجب یا رمضان ۳۲ یا ۳۳ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوا اس وقت ان کی عمر مبارک تقریباً ۸۸ برس تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

(زرقانی جلد سوم ص ۲۷۰ تا ۲۸۵)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی والہانہ محبت تھی اور وہ صرف دو تین برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑے تھے اور چونکہ انہوں نے بھی ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بہت ہی طاقتور اور

Marfat.com

بہادر تھے اور شکار کے بہت شوقین تھے روزانہ صبح سویرے تیر کمان لے کر گھر سے نکل جاتے اور شام کو شکار سے واپس لوٹ کر حرم میں جاتے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور قریش کے سرداروں کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے۔

ایک دن حسب معمول شکار سے واپس لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی اور خود ان کی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ آج ابو جہل نے کس کس طرح تمہارے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی ہے۔ یہ ماجرا سن کر غصہ کے مارے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا خون کھولنے لگا۔ ایک دم تیر کمان لیے ہوئے مسجد حرام میں پہنچ گئے اور اپنی کمان سے ابو جہل کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے تجھے خبر نہیں کہ میں بھی اسی کے دین پر ہو یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے لوگ ابو جہل کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے تو ابو جہل نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنو ہاشم سے جنگ نہ چھڑ جائے۔ یہ کہا کہ اے بنی مخزوم! آپ لوگ حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیجئے واقعی آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت ہی خراب خراب قسم کی گالیاں دی تھیں۔

(زرقانی جلد اول ص ۲۵۶۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۴)

اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے ان اشعار کو پڑھنا شروع کر دیا۔

حَمِدْتُ اللّٰهَ حِیْنَ هُدٰی فُؤَادِیْ
اِلَی الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ الْحَنِیْفِ

"میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس وقت کہ اس نے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی طرف ہدایت دی۔"

اِذَا تُلِیَتْ رَسَائِلُ اللّٰهِ عَلَیْنَا
تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِی اللُّبِّ الْحَصِیْفِ

"جب احکام اسلام کی ہمارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو با کمال عقل

Marfat.com

والوں کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔''

وَاَحْمَدُ مُصْطَفٰی فِیْنَا مُطَاعَ
خَلَا تَفْشُوْهُ بِالْقَوْلِ الْحَنِیْفِ

''اور اللہ کے برگزیدہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مقتدیٰ ہیں تو (اے کافرو) اپنی باطل بکواس سے ان پر غلبہ مت حاصل کرو۔''

فَلَا وَاللّٰهِ نُسْلِمُهُ لِقَوْمٍ
وَلَمَّا نَقْضِ فِیْهِمْ بِالسُّیُوْفِ

''تو اللہ کی قسم ہم انہیں قوم کفار کے سپرد نہیں کریں گے حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کافروں کے ساتھ تلواروں سے فیصلہ نہیں کیا ہے۔ (زرقانی جلد اول ص ۲۵۶)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

غزوہ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمن کی صفوں میں گھس کر انتہائی بے جگری سے لڑ رہے تھے اور جوش جہاد میں دو دستی تلوار مارتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے اسی حالت میں ایک مشرک سباغ غبشانی سامنے آ گیا تو آپ نے تڑپ کر فرمایا کہ اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے! ٹھہر کہاں جاتا ہے؟ تو اللہ و رسول سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایسا وار لیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ جنگ کے دوران ''وحشی'' جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا تو اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا جوں ہی آپ اس کے قریب پہنچے اس نے دور سے اپنا نیزہ پھینک کر مارا جو آپ کی ناف میں لگا اور پشت کے پار ہو گیا۔ اس حال میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے لیکن زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۵۸۲)

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں کی تعداد چھ ہے جن کے مختصر حالات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

اُم حکیم بیضا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پھوپھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور چچا حضرت ابو طالب و حضرت زبیر کی سگی بہن ہیں والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ ہے۔ ام حکیم بیضا کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے بیٹے حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کرلیا تھا ان کے پوتے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خراساں کے والی مقرر ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ اروی ام حکیم بیضا کی صاحبزادی ہیں اس طرح ام حکیم بیضا رشتے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نانی تھیں۔

امیمہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پھوپھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساس بھی ہیں یہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔ ان کے حالات کے بارے میں زیادہ معلومات کتب میں نہیں ملتیں۔

Marfat.com

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پھوپھی کے اسلام کے متعلق اصحاب سیرت اور مورخین اسلام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کے اسلام کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی مداح تھیں اور اپنے اشعار میں متعدد مقامات پر انہوں نے آنحضرت کی مداح کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے نبوت و رسالت کا جو منصب عظیم عطا کیا گیا تھا اس پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق قرار دیا ہے۔

امام دار قطنی کتاب الاخوہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت کی ذات اقدس کو بہت سے اشعار میں نبی صادق کہا ہے اور ان کے یہ اشعار ان کے اسلام کی شہادت دیتے ہیں۔

ابن مندہ نے ان کو جماعت صحابہ میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے روایت حدیث کی۔

ابن سعد نے طبقات میں بتایا ہے کہ حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور پھر ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا۔

یہ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت خاتون تھیں۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ابن سعد نے طبقات میں ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں، ابن ہشام نے اپنی تصنیف میں اور طیفور نے بلاغات النساء میں ان کے متعلق بیان کیا ہے اور اچھے الفاظ میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

شعر و ادب میں درجہ کمال:

خاندان عبدالمطلب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ فصاحت و بلاغت اور ادب و شعر میں ان کا مقام بڑا بلند تھا۔ اس خاندان کا ہر فرد اس باب میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ ان کی عورتیں بھی اس میدان میں بہت آگے تھیں اور مرد بھی۔ کسی قافلے میں ان کا

Marfat.com

اگر کوئی رکن شامل ہوتا تو زبان سے پہچان لیا جاتا کہ یہ بنو ہاشم سے تعلق رکھتا ہے۔
جہاں یہ حضرات اخلاق وکردار میں ممتاز تھے وہاں فصاحت و بلاغت میں بھی بہت سی خصوصیات کے حامل تھے۔ زبان کی باریکیوں اور فن کی نزاکتوں سے پوری طرح آگاہ تھے، حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا بھی اس موضوع پر دست گاہ رکھتی تھیں اور مختلف اصناف شعر میں انہیں عبور حاصل تھا۔ ان کے قصیدے، مرثیے اور مدحیہ اشعار سیرت و رجال کی کتابوں میں مذکور ہیں اور واضح طور سے بتاتے ہیں کہ اس سلسلے میں وہ کس درجہ مہارت رکھتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے ہوئے کہتی ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح حسن و جمال میں بے مثال ہیں، اسی طرح عمل و اخلاق میں بھی عدیم النظیر ہیں۔

یہ چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہرے والا خوب رو جوان عاقل وفہیم بھی ہے اور بہادر وشجاع بھی۔

ان کا باطن بھی اسی طرح پاک اور صاف ہے جس طرح ان کا ظاہر اجلا ہوا اور بے داغ ہے۔

سخاوت اور جود ان کی فطرت میں داخل ہے اور کم زور کی اعانت اور مسکین کی دست گیری ان کا معمول۔

اللہ نے ان کو نبوت کے لیے چن لیا ہے، اس لیے کہ یہی اس منصب بلند کے حق دار تھے۔

ان کی مجلس میں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور فرشتے ان پر صلات بھیجتے ہیں۔ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہوں نے ان کی رفاقت اختیار کی اور ان کی ہم نشینی کو اپنے لیے ضروری ٹھہرایا۔

تم دیکھتے نہیں کہ ان کے لیے فوز وفلاح مقدر ہو چکی ہے اور انجام کار انہی کی جیت ہوگی۔

Marfat.com

یہ اللہ کے سچے نبی ہیں اور یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس میں بے شمار برکتیں پنہاں ہیں۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالف یقیناً ناکام رہیں گے، انبیاء کے مخالف ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں۔

اگر کامیابی چاہتے ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تابعداری میں ہی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

لوگو! خیرات وحسنات کی طرف دوڑو کہ تمہارے پیغمبر کا یہی ارشاد ہے: تم اللہ کو سجدہ کرو، اس کے رسول اسی کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔

جس کا دل رسول اللہ کی محبت سے خالی ہے، وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ناکام رہے گا۔

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے اپنے لائق احترام باپ عبدالمطلب کی وفات پر ایک مرثیہ کہا تھا۔ جس کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اے میری دونوں آنکھو! آنسو بہانے میں بخل سے کام نہ لو، سخاوت کا اظہار کرو، آج تمہیں یہی زیب دیتا ہے۔

اے میری دونوں آنکھو! عبرت حاصل کرو، جس شخص کو تم دیکھتی رہی ہو اب تمہیں اس کا بدل نہیں مل سکے گا۔

اے میری دونوں آنکھوں حیران اور متعجب کیوں ہو، اس کی موت کے بعد تمہیں کئی ناخوش گوار مراحل سے گزرنا پڑے گا۔

تم کو ایسے کریم و جواد کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے جس کا بدل ممکن نہیں ہے۔

میری آنکھیں کس درجہ بلند بخت تھیں کہ ایک سردار اور معزز باپ کی زیارت سے مشرف ہوتی تھیں اب اس کو کبھی نہ پاسکیں گی۔

میں کتنی بدقسمت ہوں کہ آج شفیق اور مہربان باپ کی شفقتوں اور مہربانیوں

Marfat.com

سے محروم ہو گئی ہوں۔

وہ میری لغزشوں کو معاف کرنے والے تھے اور میری غلطیوں کو نظر انداز کرتے تھے۔

وہ میرا سہارا تھے میں نے ہر موقع پر انہیں صاحب کرم پایا وہ خاندان کی اونچی شخصیت تھے، غربا و مساکین انہیں اپنا مرجع و ماویٰ سمجھتے تھے۔

ان کا سخاوت کا دامن سمٹ گیا ہے، لیکن ان کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔

وہ بہادروں کی بہادری پر خوش ہوتے تھے اور ان کا اعزاز و اکرام کرنے والے تھے۔

غرض حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا ایک باعظمت خاتون تھیں اور فصاحت و بلاغت اور ادب و شعر میں اونچے درجے پر فائز تھیں۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے دو رشتے تھے، ایک پھوپھی ہونے کا خونی رشتہ اور دوسرا اسلام کا لازوال رشتہ۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو انتہائی محبت تھی۔ جنگ احد میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی شریک تھیں۔ جب مسلمانوں پر آثار ہزیمت ظاہر ہوئے اور وہ بھاگنے لگے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نیزہ پکڑ کر راستے میں کھڑی ہو گئیں۔ بھاگنے والوں اور میدان جنگ سے باہر نکلنے والوں کے سینے پر نیزے کی انی مارتی تھیں اور پکار پکار کر کہتی تھیں۔

''تم میدان جنگ سے بھاگ رہے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں موجود ہیں، تمہیں احساس ندامت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان میں چھوڑ کر فرار کی راہیں تلاش کر رہے ہو؟''

Marfat.com

بھائی کی شہادت پر صبر کا مظاہرہ:

جنگ احد میں ان کے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور بہت بڑے معاون تھے۔ نہایت بہادر اور شجاع تھے۔ مخالفین اسلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ان کی لاش کے ٹکڑے کر دیئے تھے اور ہندہ نے انتہائی غصے میں ان کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب میدان احد میں زیادہ آگے بڑھ گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا انہیں آگے بڑھنے سے روکو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش انتہائی دردناک حالت میں پڑی ہے۔ بھائی کے ٹکڑے دیکھ کر ان کی قوت صبر جواب دے جائے گی اور یہ رونا دھونا شروع کر دیں گی، چنانچہ حضرت زبیر نے رضی اللہ عنہ ان کو روکا اور عرض کیا:

''امی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آگے نہ جایئے یہیں سے واپس چلے جایئے۔''

نہایت دلیری سے بولیں:

''بیٹا تم مجھے کیا ایسی نئی بات بتانے آئے ہو جس کا مجھے علم نہیں۔ مجھے معلوم ہے میرے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کی لاش کے ٹکڑے دور دور پھینک دیئے گئے ہیں اور ہندہ نے جوش غضب میں اس کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالا ہے۔ لیکن مجھے اس کا کوئی غم نہیں۔ اسلام اسی قسم کی قربانیوں کا طالب ہے۔ اس کو زندہ رکھنے اور دین کی اشاعت عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ موت اور زندگی کے فرق کو دل سے نکال دیا جائے۔ جب تک زندگی موت سے ہم آغوش نہیں ہو گی۔ اشاعت اسلام کی طویل اور پر خطر وادیوں کو طے نہیں کیا جا سکے گا۔ میرے بھائی کو اگر قتل کیا گیا ہے تو کوئی بات نہیں، یہ اشاعت اسلام کے لیے ضروری تھا۔ یہ راہ اسلام کی قربانی ہے اسے دیکھ کر میں خوش ہوں گی۔ میرے لیے اس سے زیادہ مسرت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرے بھائی کو

Marfat.com

راہ خدا میں شہید کر دیا گیا ہے۔ میں خوب جانتی ہوں کہ مجاہد خود ہی زندگی سے کنارہ کش ہوتا اور موت کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر اظہار افسوس کرنا اس کی بہادری کی توہین اور جذبہ جہاد کی اہانت ہے۔‘‘

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے جذبات پہنچائے تو آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھنے کی اجازت دے دی اور فرمایا ان کے راستے سے ہٹ جاؤ، چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ گئیں۔ بھائی کی لاش کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھا، دعائے مغفرت کی اور بغیر کچھ کہے اور زبان پر حرف شکایت لائے۔ ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘ پڑھ کر واپس لوٹ گئیں۔

غزوہ خندق میں دلیری:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلیری اور بے پناہ بہادری کا ایک اور واقعہ جنگ خندق سے تعلق رکھتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق کو روانہ ہوئے تو ازواج مطہرات اور بعض خواتین ساتھ تھیں۔ خواتین کو انصار کے ایک قلعے میں جو فارع کے نام سے موسوم تھا، ٹھہرایا اور مشہور شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا محافظ ونگران مقرر کیا۔ اس قلعے میں چونکہ ان عورتوں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہ تھا اس لیے یہودیوں نے اس سے فائدہ اٹھانے اور قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک یہودی قلعے کی دیوار کے اردگرد چکر لگا رہا ہے اور عورتوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے یہودیوں کے اس مکروہ ارادے کو بھانپ کر حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا:

’’اس یہودی کی نقل وحرکت خطرے سے خالی نہیں۔ یہ اپنے ساتھیوں کو بلا کر قلعے پر حملہ کرنے کے درپے ہے۔ تلوار لے کر اس کا سر قلم کر دو۔‘‘

حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو ایک مرض کی وجہ سے دل کے عارضے میں مبتلا

Marfat.com

ہو گئے تھے اور جنگ و جہاد کے قابل نہ رہے تھے، بولے مجھ سے تو یہ کام نہیں ہو سکے گا۔

یہودی کی نقل و حرکت اور تیز ہوئی تو صفیہ رضی اللہ عنہا اٹھیں، خیمے کی چوب نکالی اور یہودی کے سر پر دے ماری، ضرب اتنی شدید اور ناگہانی تھی کہ یہودی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور وہیں ڈھیر ہو گیا...... اب صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

"حسان جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعے کے باہر یہودیوں کے ہجوم میں پھینک دو تا کہ انہیں عبرت ہو اور وہ دوبارہ حملے کا ارادہ نہ کر سکیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو اس قابل بھی نہیں"۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اٹھیں اور یہودی کا سر جسم سے الگ کر کے یہودیوں کے مجمعے میں پھینک دیا، سر کا گرنا تھا کہ تمام یہودی مارے جانے کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

شعر و ادب میں درجہ کمال:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا میں جہاں بہادری اور دلیری کے جوہر پائے جاتے تھے وہاں وہ شعر و ادب کے میدان میں بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ انہوں نے مرثیے بھی کہے اور عام شعر بھی کہے اور تمام اصناف شعر میں اپنی فصاحت و بلاغت اور افکار و حیات کی ندرت و بلندی کا لوہا منوایا۔

اپنے والد محترم حضرت عبدالمطلب کی وفات پر انہوں نے زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق اپنی بہنوں اور بنو ہاشم کی عورتوں کو بلایا اور ایک مجلس ماتم منعقد کی، جس میں سب نے الگ الگ مرثیے پڑھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک مرثیہ پڑھا جس میں اپنے باپ کی عظمت و شرافت، جودت و سخاوت اور بزرگی و معدلت گستری کی تعریف کی۔ یہ مرثیہ سب سے بہتر قرار پایا۔ اس کے دو ابتدائی شعر ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

ارقت لصوت نائحته بليل

على رجل بقارعة الصديد

نافضت عندذلكم دموعی

على خدى كمنحدر الفريد

(ایک باکمال آدمی پر رات کو ایک عورت نوحہ کر رہی تھی۔ میں اس کی آواز سن کر رو پڑی اور اس کثرت سے روئی کہ موتیوں کی لڑی کی طرح میرے آنسو میرے دونوں رخساروں پر مسلسل بہنے لگے۔)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرثیہ بھی کہا تھا، جس میں ان کے تمام اوصاف و کمالات بیان کیے تھے۔ اس کا ایک شعر یہ ہے۔

ان يوما اتى عليك ليوم

كورت شمسه و كان مضيئا

(آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس میں سورج تاریکی میں لپٹ گیا ہے، حالانکہ اس سے قبل وہ ضوفشانی کرتا اور روشنی پھیلاتا تھا۔)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرثیہ بھی کہا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

الايا رسول الله كنت رجائنا

و كنت بنا برا ولم تك جافيا

وكنت رحيما ها ديا و معلما

لبيك عليك اليوم من كان باكيا

یا رسول اللہ آپ کی ذات گرامی ہماری امیدوں کا مرکز تھی۔ آپ ہم پر احسان فرماتے تھے اور ظلم و جفا سے دور رہے تھے۔ آپ رحیم، ہادی اور معلم تھے۔ آج جس قدر بھی آپ پر ہو سکتا ہے رونا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۷۳ برس کی عمر پا کر بعہد خلافت عمر فاروق ۲۰ ہجری میں انتقال کیا۔ حضرت عمر فاروق نے نماز ہ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔

برہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پھوپھی کی شادی عبدالاسد بن بلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم القریشی سے ہوئی تھی۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے بیٹے تھے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سابقین الاولون میں سے ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی تھی اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں میں یہ گیارہویں ہیں۔

حضرت اروٰی رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اروٰی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی شادی عمیر بن وہیب بن عبد بن قصی سے ہوئی تھی۔ پھوپھی کو اپنے بھتیجے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیار تھا اور اسلام سے قبل حضرت اروٰی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی معاون تھیں، آنحضرت کی تکلیف سے انہیں سخت تکلیف ہوتی اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزادر ہتے، ان سے پوری مزاحمت کرتیں۔ ان کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ان کے بیٹے طلیب بن عمیر دارارقم بن ابوارقم مخزومی میں مسلمان ہوئے اور قبول اسلام کے فوراً بعد والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امی میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر لی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو تسلیم کر کے مسلمان ہو گیا ہوں۔

Marfat.com

حق پرست ماں نے جواب دیا:

بیٹا! تم نے عمر بھر میں جو بہتر اور حقیقت پسندانہ کام کیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ماموں زاد (یعنی آنحضرتؐ) کے معاون ہو گئے ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر ایمان لے آئے ہو اور اسلام کی دولت بے پایاں سے مالا مال ہو گئے ہو۔ اگر ہم بھی مردوں کی سی قوت و طاقت کے مالک ہوتے اور وہ اقدام کر سکتے جو مرد کر سکتے ہیں تو ضرور محمد کی اتباع پر کمر بستہ ہو جاتے اور آپ کا پورا پورا دفاع کرتے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

سعادت مند بیٹے نے نہایت ادب سے عرض کیا:

امی! آپ کو قبول اسلام اور اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کس نے روکا ہے اور کون سا مانع پیش آ گیا ہے جس کی وجہ سے آپ مسلمان ہونے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتی ہیں، آپ کو معلوم ہے آپ کے برادر مکرم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا اقرار کر چکے ہیں۔

اروی نے نہایت متانت سے جواب دیا:

اچھا بیٹا یوں کرو کہ اپنی دیگر خالاؤں کا پتا کرو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جوان کا رویہ ہے، وہی میں اختیار کرلوں گی، میرا وہی نقطہ نظر ہو گا جو عبدالمطلب کی دوسری بیٹیوں کا ہو گا۔

بیٹے نے عجز و نیاز مندی کے انداز میں عرض کیا:

امی! میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے جائیں انہیں سلام کریں ان کی تصدیق کریں، ان کے پیغام کو صحیح قرار دیں اور زبان سے یہ الفاظ ادا کریں۔

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان
محمدا رسول الله

مخلص و نیاز مند بیٹے کے یہ الفاظ پاک طینت ماں کے دل میں اتر گئے۔

Marfat.com

اب وہ اپنے بھتیجے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی مددگار تھیں۔ زبان سے آپ کی دعوت اور پیغام کی صحت کا اقرار کرتیں اور اپنے بیٹے کو آپ کی امداد پر آمادہ کرتیں اور آپ کے لائحہ عمل پر کامل طور سے کاربند رہنے کی تلقین فرماتیں۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ابوجہل اور کفار کے ایک گروہ سے آمنا سامنا ہو گیا۔ انہوں نے آنحضرت کو دیکھا تو سخت غضب ناک ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔ اتنے میں طلیب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا بھی ادھر سے گزر ہوا۔ طلیب، ابوجہل کی اس گستاخانہ حرکت کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور ابوجہل کو پکڑ کر خوب زدوکوب کیا، لیکن چونکہ یہ اکیلے تھے اور مخالفین خاصی بڑی تعداد میں تھے، اس لیے وہ ان پر غالب آ گئے اور انہیں پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں ابولہب آ گیا، اس نے طلیب کو نجات دلائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت اروی بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے جذبات نہایت نازک تھے، وہ ہر آن آپ کی مدد میں رہتی تھیں اور کسی لمحے بھی آپ کو نہ بھولتی تھیں۔ جب ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے حضرت اروی رضی اللہ عنہا کے بیٹے طلیب کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا تو کچھ لوگ حضرت اروی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا بیٹا طلیب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پشت پناہ بنا ہوا ہے اور ان کی امداد کے لیے اس نے جان کی بازی لگا رکھی ہے؟

فرمایا: مجھے معلوم ہے میرا بیٹا یہ خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ میرے نزدیک طلیب کی زندگی کے بہترین دن وہی ہیں جو اس کے ماموں زاد (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی حمایت میں گزریں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی طرف سے حق و صداقت کا پیغام لے کر آئے ہیں، ان کی امداد اور ان کا دفاع ہمارا بنیادی فرض ہے۔

یہ سن کر لوگوں نے سوال کیا:

کیا آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اختیار کر لی ہے؟

Marfat.com

کہاہاں مجھے ان کے حلقہ تبعین میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

کسی نے یہی بات جا کر ابولہب سے کہہ دی۔ ابولہب اسی وقت حضرت اروی کے پاس آیا اور کہا بڑے تعجب کی بات ہے تم نے محمد کی اتباع اختیار کر لی ہے اور اپنے باپ عبدالمطلب کے دین کو ترک کر دیا ہے، حالانکہ میرے نزدیک تم ایک عقل مند خاتون ہو۔

حضرت اروی رضی اللہ عنہا نے نہایت جرات سے جواب دیا:

یہ تیرے بھتیجے کے غلبے، اس کی امداد و اعانت اور مدافعت کا سوال ہے۔ اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں اختیار ہے چاہے ان کے دین میں داخل ہو جاؤ اور چاہے اپنے مذہب پر قائم رہو۔ لیکن ایک بات یاد رکھو اگر انہیں کسی طرف سے تکلیف پہنچائی گئی تو تم اپنے بھتیجے کے بارے میں قابل ملامت قرار پاؤ گے۔

ابولہب نے کہا ہمیں عرب میں فیصلہ کن اور قطعی قوت حاصل ہے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہ ایک نیا دین لے کر آئے ہیں۔ یہ کہا اور چلا گیا۔

حضرت اروی رضی اللہ عنہا اچھی شاعرہ اور مرثیہ گو بھی تھیں۔ ان کے بیٹے حضرت طلیب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امداد کی اس کے بارے میں حضرت اروی نے کچھ شعر بھی کہے۔

ان طلیبا نصر ابن خالہ

واساہ فی دمہ و مالہ

یعنی طلیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی اور اس کے خون اور مال کی غم خواری کی۔

اپنے باپ عبدالمطلب کی وفات پر بھی حضرت اروی نے ایک طویل مرثیہ کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر بھی آپ نے مرثیہ کہہ کر اپنے غم واندوہ کا اظہار کیا۔ حضرت اروی رضی اللہ عنہا کی وفات خلافت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں ۱۵ ہجری میں ہوئی۔

Marfat.com

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ان کے نکاحوں کی ترتیب کے بارے میں مورخین میں قدرے اختلاف ہے مگر گیارہ امہات المومنین کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ان میں سے حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہن کا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی انتقال ہو گیا تھا مگر نو ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت موجود تھیں۔ گیارہ ازواج مطہرات کے مختصر حالات یہ ہیں۔

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا:

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلی زوجہ مطہرہ ہیں۔ آپ صورت و سیرت دونوں کے لحاظ سے خوب تھیں۔ آپ وہ پہلی خاتون ہیں کہ جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی درخواست کی۔ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی آپ ہی کی ذات بابرکت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش میں ایک مالدار اور نیک سیرت تاجر خاتون تھیں اور بیوہ تھیں۔ ان دنوں قریش کے تجارتی قافلے زیادہ تر ملک شام کی طرف جایا کرتے اور اپنا مال وہاں پر فروخت کر کے نفع کماتے تھے چونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولت مند تھیں اور تجارت کی غرض سے دوسرے افراد کو اپنا مال دے کر بھیجا کرتیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب ۲۵ سال کی ہوئی تو اس وقت

Marfat.com

آپ علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شہرت عرب میں صادق اور امین کے القاب سے ہو چکی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کی یہ شہرت سنی تو دل میں آپ کے لیے بڑی عقیدت پیدا ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت شام لے جایا کریں تو میں اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ کر دوں جس قدر معاوضہ دوسرے لوگوں کو دیتی ہوں آپ کو اس سے دگنا دیا کروں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کرنے کے بعد اس پیشکش کو قبول فرما لیا اور تجارت کا مال لے کر بصرہ کی طرف رخ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر مال تجارت لے کر گئے تھے وہ سب جلد ہی فروخت ہو گیا اور جس قدر منافع پہلے عام طور پر ہوا کرتا تھا اس سے دگنا نفع ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور جس قدر رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نامزد کی گئی تھی اس سے دگنی نذر کی۔ اور پھر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے اور خزیمہ نے اس تجارتی سفر میں جو کچھ دیکھا اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا تو ان کی طبیعت کا میلان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہوا چنانچہ انہوں نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ کو پیامبر بنا کر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے اس پیام کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کے چچا عمرو بن اسد ان کے سرپرست تھے۔ جن کے پاس جناب ابو طالب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر چچاؤں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہر کے معززین کے ہمراہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے جناب ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانچ سو درہم طلائی حق مہر قرار پایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں۔ نکاح کے وقت

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

سن دس نبوی میں جناب ابو طالب کے انتقال کے چند دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے غمگین ہوئے کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس و غمگسار ساتھی تھیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حزن و ملال کی حالت میں رہنے لگے اور بہت ہی کم بیت اطہر سے باہر نکلتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی غم کا سال رکھا۔ بعثت رسول کے دس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انتقال کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے موت کی سختی کی شدت، کرب اور بے چینی کی شکایت فرماتی تھیں جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ جنت تمہارے دیدار کی مشتاق ہے تم تمام امہات المومنین سے بہتر ہو۔ تم تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہو، تم مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ سے زیادہ بزرگ ہو میں نے تمہیں جنت میں تمہاری والدہ حوا اور تمہاری بہن سارہ جو کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں کے حوالے کرتا ہوں، اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا)! اپنی ان بہنوں سے خوش ہو کر ملنا کہ جن کا عورتوں میں ثانی نہیں ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک انتقال کے وقت ۶۵ سال تھی چونکہ اس وقت نماز جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی اس لیے ان کے جسد پاک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے مکہ مکرمہ کے قبرستان مقبرہ حجون میں دفن کیا۔ حضور علیہ السلام کا دل ان کی جدائی سے بہت غمگین و ملول ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کے انتقال کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کئی ازواج مطہرات آئیں مگر آپ تمام عمر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد کو اپنے دل سے نہ بھلا سکے۔ مشکواۃ شریف میں آتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اکثر ذکر فرماتے رہتے تھے۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح فرماتے اور پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے۔ صرف اس لیے کہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں تھیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کی زندگی میں اور موت کے بعد استغفار فرماتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترم پر مجھے رشک نہیں آیا سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے۔

جب بھی کبھی کوئی غمی یا خوشی کا موقع آتا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرماتے اور آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور ارشاد فرماتے کہ کاش آج خدیجہ (رضی اللہ عنہا) زندہ ہوتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حد تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرمانے کی وجہ سے ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو غیرت آ گئی اور فرمانے لگیں یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت کو یاد فرماتے ہیں جو اپنی عمر گزار چکی تھی۔ اب آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل عطا فرما دیا ہے کب تک یاد فرماتے رہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات سے سخت ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ کی قسم! مجھے اس سے بہتر کوئی عورت نہیں ملی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب تمام لوگ کافر تھے ان نے اس وقت میری تصدیق کی جب تمام لوگ مجھے جھٹلاتے تھے انہوں نے انہوں وقت میری امداد کی جب تمام لوگوں نے میری امداد کرنے سے انکار کر دیا۔ (زرقانی جلد سوم ص ۲۲۳ تا ۲۲۷۔ مدارج النبوۃ جلد دوم)

Marfat.com

اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

حضرت سودہ کی کنیت ام الاسود ہے نبوت کے دسویں سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا۔ مہر چار سو درہم مقرر ہوا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک جب کچھ زیادہ ہوئی اور آپ پر بڑھاپہ طاری ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو ایک رات جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں بیٹھ گئیں جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری یہ درخواست قبول فرمالیں کہ طلاق کا ارادہ فسخ کر دیں کیونکہ اب دنیا میں میری خواہش نہیں ہے اور صرف یہ ایک خواہش ہے کہ آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات کے زمرہ میں میرا بھی حشر ہو اور میں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں چھوڑ دی پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دینے کے ارادہ سے باز آ گئے۔

امام ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا کہ یہ حج اسلام ہے جو گردن سے ساقط ہو گیا اس کے بعد اپنے بستروں کو غنیمت جانو اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو۔ اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حج کے لیے تشریف لے گئیں مگر حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نہ گئیں۔ یہ دونوں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کے بعد ہم سواری پر سوار نہ ہوں گی۔

Marfat.com

یہ روایت بھی امام ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے کی ہے کہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا میں نے حج وعمرہ کرلیا ہے۔ اب جیسا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے میں اپنے گھر پر ہی رہوں گی۔ چنانچہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے تا وصال مبارک کوئی بھی حج نہ فرمایا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پردے کی آیت نازل ہونے سے پہلے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اپنی کسی ضرورت کے سلسلہ میں گھر سے باہر تشریف لے جا رہی تھیں (چونکہ آپ بہت بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں ان کو پہلے سے جاننے والا آپ کو آسانی سے پہچان لیا کرتا تھا) راستے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا، سودہ! واللہ آپ ہم سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتیں۔ دیکھیں تو سہی آپ باہر کیسے جا رہی ہیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے دل کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ بات اچھی نہ لگی اور دل میں شکر رنجی کی کیفیت پیدا ہوئی چنانچہ اس بات کے سنتے ہی اسی وقت وہاں سے واپس پلٹ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے کھانے کے لیے تشریف فرما تھے اور اپنے دست اقدس میں پکڑی ہوئی ہڈی سے گوشت تناول فرما رہے تھے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کسی ضرورت کے سلسلہ میں گھر سے باہر جا رہی تھی کہ راستے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایسے ایسے فرمایا۔ (ابھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی بات کر ہی رہی تھیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اسی حالت میں (جبکہ ہڈی والا گوشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہی تھا) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اب تمہیں اپنی ضروری حاجت کے لیے باہر جانے کی اجازت ہے۔

Marfat.com

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بڑی بابرکت بی بی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خصوصی محبت و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ ان کا وصال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخر عہد خلافت میں ۲۲ ہجری میں ہوا۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کا اسم مبارک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جبکہ والدہ کا نام حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرصہ تک رنج و ملال کی حالت میں رہے۔ ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد ثانی کے بارے میں بات کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کہاں؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے کنواری بھی موجود ہے اور بیوہ بھی۔ کنواری تو اس شخصیت کی صاحبزادی ہے جو اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے پیارا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دختر عائشہ رضی اللہ عنہا اور بیوہ وہ ہے جو آپ کی رسالت و نبوت کو تسلیم کر کے ایمان لا چکی ہے یعنی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں سے کہو، چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت زینب جن کی کنیت ام رومان رضی اللہ عنہ سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ دونوں نے خوشی سے رضا مندی کا اظہار کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے دو یا تین سال قبل ۶۲۰ عیسوی میں ہو گیا۔ ایک روایت میں

Marfat.com

آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح دسویں سن نبوت میں ہوا تھا اور رخصتی پہلی سن ہجری میں ماہ شوال میں ہوئی تھی۔

مشکواۃ شریف میں آتا ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تین رات مسلسل ایک ریشمی کپڑے پر مجھے تمہاری تصویر دکھائی جاتی رہی جسے حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر آتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہے آپ کی زوجہ مطہرہ۔ اے عائشہ! آج جو میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑا اٹھایا تو تم اسی تصویر کے مطابق ہو۔ فرشتہ جب تمہاری تصویر لے کر آتا رہا تو میں نے کہا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لیے یہ رشتہ ہو کر رہے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے کہ جو میرے ہی حصہ میں آئی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک میرے گھر میں ہوا یہ کہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر کو قبض کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے سینے اور زانو پر تھا۔ آپ کا وصال مبارک میری باری کے دن ہوا اور آپ میرے حجرہ پاک میں مدفون ہوئے اور سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مخصوص فرمایا وہ یہ ہے کہ وصال کے وقت میرا لعاب دھن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دھن مبارک جمع فرما دیا اور وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم سے تکیہ لگایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی طرف دیکھا میں نے سمجھا کہ حضور کو مسواک پسند ہے اس لیے میں نے عرض کیا کہ آپ کے لیے مسواک لوں؟ آپ نے سر اقدس سے اثبات سے ارشاد فرمایا چنانچہ میں نے مسواک لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپ نے منہ مبارک میں مسواک ڈالی اور چبائی تو وہ سخت تھی۔ میں نے پوچھا کیا میں اسے نرم کر دوں؟ ارشاد فرمایا ہاں۔ میں نے مسواک کو اپنے منہ سے چبا کر اسے نرم کر کے حضور نبی

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور آپ نے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی۔ اس طرح میرا لعاب دھن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دھن مبارک جمع ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت مبارکہ بھی خوش طبعی کی تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرما چکے اور کھڑے ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور انہوں نے آتے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پیار اور محبت کے ساتھ جو کا آٹا مل دیا اور منہ پر کپڑا رکھ کر مسکرانے لگیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہنستے ہوئے بولیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے خود ہی تو فرمایا تھا کہ جو کا آٹا ملنے سے جسم صاف ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنا تو مسکرا کر دوبارہ غسل فرمانے کے لیے تشریف لے گئے۔

مشکواۃ شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جب کبھی مجھ سے راضی ہوتی ہو تو میں جان لیتا ہوں اور جب کبھی تم مجھ سے کچھ ناراض سی ہوتی ہو تو بھی جان لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کس طرح؟ ارشاد فرمایا کہ جب تم راضی اور خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت یوں کہتی ہو۔ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم۔ اور جب کبھی ناراض ہوتی ہو تو اس طرح قسم کھاتی ہو مجھے ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات ہے مگر میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی ہوں۔ آپ کی محبت تو بدستور میرے دل میں رہتی ہے۔ غرض یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت سے بہت زیادہ محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

واقدی نے روایت کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال سہ شنبہ کی شب سترہ رمضان المبارک ۵۸ ہجری کو ہوا وصال کے وقت عمر مبارک چھیاسٹھ برس کی تھی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وصیت کے مطابق آپ کو جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کر دیا گیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد سوم ص ۲۳۴ تا ۲۳۵)

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیاری صاحبزادی ہیں۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جن کا تعلق بنو سہم سے تھا غزوہ بدر میں حضرت خنیس رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تامل کیا۔ چونکہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دینے کے خیال کا اظہار کیا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزری اس بات کے ایک مدت بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا کہ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ حضور نبی کریم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے حفصہ (رضی اللہ عنہا) کا ذکر کیا تھا میں اس بات کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے خاموش رہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال نہ ہوتا تو میں ہی نکاح کر لیتا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو عثمان (رضی اللہ عنہ) سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا ہوں۔ چنانچہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہو گیا۔ نکاح کے وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ پیار محبت فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات کسی بات پر خفگی بھی ہو جایا کرتی تھی چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات سے خفا ہو کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق رجعی دے دی جب اس بات کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو ان کو بڑا دکھ ہوا اور اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا حکم لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیں اس لیے کہ وہ کثیر الصیام اور قائم اللیل ہیں اور جنت میں آپ کی زوجہ مطرہ ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع فرمالیا۔ ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اور شفقت فرماتے ہوئے رجوع فرما لیں۔

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا کہ ایک دن حضرت حفصہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا نے اپنے والد بزرگوار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابا جان! آپ خلیفہ وقت ہیں کچھ کام اور نرم و نازک لباس پہن لیا کریں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے بیٹی! بیوی اپنے خاوند کے حال سے خوب اچھی طرح واقف ہوتی ہے۔ سچ بتاؤ کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پر تکلف کپڑے پہنے؟ کبھی پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا تناول فرمایا؟ یہ بات سن کر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور کہا واقعی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پر تکلف کپڑے نہیں پہنے اور کبھی پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال شعبان المعظم ۴۵ ہجری میں ہوا ایک روایت میں ہے کہ آپ کا انتقال ۴۱ ہجری میں یا ۴۷ ہجری میں ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کا انتقال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک ساٹھ برس تھی۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔ (زرقانی علی المواہب جلد سوم ص ۲۳۶ تا ۲۳۸)

اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کا اصلی نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ آپ کا پہلا نکاح آپ کے چچیرے بھائی حضرت عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا۔ جو زیادہ تر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی کنیت سے مشہور ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جن کو قدیم الاسلام کہا جاتا ہے۔ جس طرح اسلام میں دوش بدوش تھے اسی طرح ہجرت میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ رہے یعنی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

Marfat.com

ام سلمہ رضی اللہ عنہا دونوں اول ہجرت کرنے والوں میں سے تھے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں سے کچھ دنوں کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر اور غزوہ احد میں بھی شرکت فرمائی تھی۔ غزوہ احد میں یہ زخمی ہو گئے ایک ماہ کے بعد صحت یابی ہوئی اس کے بعد ان کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا گیا تو ان کے زخم پھر کھل گئے اور پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں میں ان کی جدائی اور غم میں کیا کہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ ان کی مغفرت کی دعا کرو اور کہو، اے اللہ! مجھے ان سے بہتر ان کا جانشین عطا فرما۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

جب ان کی مدت عدت گزر گئی تو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نکاح کا پیام آیا تو انہوں نے رضامندی ظاہر کی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میری عمر زیادہ ہے اور میرے ساتھ یتیم بچے بھی ہیں اور میں بڑی غیرت والی عورت ہوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میری عمر تمہاری عمر سے زیادہ ہے اور تمہارے یتیم بچوں کی پرورش اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بچے میرے بچے ہیں اور تم نے یہ جو کہا ہے کہ میں بڑی غیرت مند عورت ہوں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ تم سے دور فرمائے۔ چنانچہ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رضا

Marfat.com

مندی کا اظہار کر دیا تو ان کا نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۴ ہجری کے شوال کی آخری تاریخوں میں ہو گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے (سابقہ) شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے معلوم ہے اگر کسی کا خاوند جنتی ہو اور اسے جنت نصیب ہو جائے اور عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو بھی خاوند کے ساتھ ہی جنت میں جگہ دیتا ہے۔ یہی صورت مرد کے ساتھ بھی پیش آتی ہے تو آؤ ہم دونوں یہ معاہدہ کر لیں کہ نہ تم میرے بعد نکاح کرو گے اور نہ میں تمہارے بعد نکاح کروں گی۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا تم میری اطاعت کرو گی؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ کی اطاعت کرنے کے علاوہ مجھے اور کس بات میں خوشی ہو سکتی ہے؟ اس پر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو تم میرے بعد نکاح کر لینا۔ پھر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی۔ اے اللہ! میرے بعد ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرمانا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ ابو سلمہ سے بہتر کون ہو گا؟ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد میرا نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا جو کہ تمام کائنات سے بہتر ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تو حق مہر ایسا سامان مقرر ہوا جس کی مالیت دس درہم تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۹ ہجری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال سے ایک سال بعد ہوا جبکہ بعض روایات کے مطابق آپ کا انتقال ۶۲ ہجری میں ہوا۔ ایک قول کے مطابق آپ کا انتقال ۳ ربیع الاخر ۶۱ ہجری میں ہوا اور انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی نماز

Marfat.com

جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔
(زرقانی علی المواہب جلد سوم ص ۲۳۸ تا ۲۴۲)

اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصہ ہے۔ آپ کا لقب ام المساکین ہے۔ آپ فقراء اور مساکین سے بہت محبت کیا کرتی تھیں۔ اکثر اوقات مساکین کے لیے کھانا تیار کر کے مساکین کو کھلایا کرتی تھیں اور ان کواُم المساکین کا لقب عہد جاہلیت میں ہی عطا ہو گیا تھا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اوائل رمضان المبارک ۳ ہجری میں ہوا۔ اس نکاح کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ حق مہر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار سو درہم عنایت فرمائے جبکہ ایک روایت کے مطابق بارہ اوقیہ حق مہر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بہت تھوڑا عرصہ حیات رہیں اور ۳ ہجری ربیع الاول میں انتقال فرمایا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ یکم ربیع الاخر ۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔ (زرقانی جلد سوم ص ۲۴۹)

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا پہلا نام برہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا۔ آپ کی والدہ کا نام امیمہ بنت عبدالمطلب ہے جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کنیت ام الحکم ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی مبارک سے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا۔ یہ نکاح نبھ نہ سکا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ جب طلاق کی عدت پوری ہو گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے میرے ہی کہنے پر آزاد کردہ غلام سے نکاح کر لیا تھا آپ کی دل جوئی کی خاطر ان سے خود نکاح کرنا چاہا۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے نکاح کا پیام دو۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو پھر مسجد میں تشریف لے گئیں اور دو رکعت نماز پڑھ کر سجدے میں گئیں اور دعا کی، اے اللہ! تیرے رسول مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں اس قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے کر دے۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ احزاب کی ۳۷ ویں آیت مبارکہ نازل فرمائی:

''جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ آپ کے نکاح میں دے دی تا کہ مسلمانوں پر منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارے میں کچھ تنگی نہ رہے۔''

چونکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار نبوت سے قبل آزاد فرما کر اپنی فرزندی میں قبول فرما لیا تھا یعنی ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا عہد جاہلیت میں لوگ اس شخص کی بیوی کو جس کو اپنا بیٹا بنا لیا ہو حرام جانتے تھے اور اس منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی مانند سمجھتے تھے اور اس کی بیوی کو حقیقی بہو کی طرح سمجھتے تھے جو کہ خسر پر حلال نہیں رہتی چنانچہ جب قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو جا کر یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت

Marfat.com

میں دے دیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ حضرت سلمی رضی اللہ عنہا بھاگتی ہوئی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان کو یہ خوشخبری سنائی۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جو زیورات اس وقت پہن رکھے تھے انہیں اتار کر حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا کو خوشی سے دے دیئے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور دو ماہ تک روزے رکھنے کی نذر مانی۔ اجازت کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زنیب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے پاس تشریف لے گئے حضرت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نکاح پڑھانے والا ہے اور جرائیل علیہ السلام گواہ ہیں۔ اس کے بعد ان کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو اس بات پر بڑا فخر رہا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے ولیوں نے کیا اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کیا چنانچہ آپ اکثر دوسری ازواج مطہرات کو فخر سے فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو تمہارے گھر والوں نے کیے جبکہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔ نکاح کے بعد دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شرکت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مہر میں چار سو درہم دیئے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے نکاح پر فخر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم جیسی نہیں ہوں کیونکہ ان کے نکاح مہر کے بدلہ میں ہوئے اور ان کے نکاح کرنے والے ان کے رشتہ دار تھے جبکہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور میرے ہی نکاح کے بارے میں قرآن مجید (کی آیات مبارکہ) نازل ہوئی جسے مسلمان (قیامت تک) پڑھتے رہیں گے اور جس میں کسی طرح کی بھی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔

Marfat.com

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کرتی تھیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ایسی باتوں کی نشاندہی کرتی ہوں کہ جن پر آپ کی کوئی دوسری زوجہ مطہرہ کو فضیلت حاصل نہیں ہے اول یہ ہے میرے اور آپ کے جد امجد ایک ہی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ سے میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فرمایا۔ سوم یہ کہ میرے نکاح میں حضرت جبرائیل علیہ اسلام سفیر و گواہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلمکے وصال مبارک کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ آپ کا انتقال ہجرت کے بیسویں یا اکیسویں سال ہوا اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی نمازہ جنازہ پڑھائی۔ مدینہ منورہ میں موجودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نمازہ جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اس کے بعد آپ کا جنازہ پردے والی مسہری پر اٹھا کر جنت البقیع میں لایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہی پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ مسہری (پردے والی) پر اٹھایا گیا۔ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷۶ تا ۴۷۸)

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ خیر و برکت والی کوئی اور زوجہ مطہرہ ہو۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان کے ساتھ ہوا تھا جو کہ غزوہ مریسع میں قتل ہوئے اس غزوہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بہت سے قیدی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس

Marfat.com

انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی یعنی ان سے کہا کہ آپ کو میری آزادی کے عوض جس قدر رقم کی ضرورت ہے میں اسے ادا کر دیتی ہوں آپ مجھے آزاد کر دیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اس بات پر راضی ہو گئے چنانچہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسلام قبول کر لیا ہے میں قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہتی ہوں۔ میری مدد فرمائیں کیونکہ میں حضرت ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئی ہوں اور انہوں نے مجھے اتنے مال پر مکاتب بنایا ہے۔ میں اس قدر رقم ادا نہیں کر سکتی امید کرتی ہوں کہ آپ مجھے آزادی دلانے کے لیے میری مدد فرمائیں گے تاکہ میں مکاتبت کی رقم ادا کر سکوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تمہیں یہ منظور نہیں کہ میں یہ رقم خود ادا کر کے تم سے نکاح کر لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے بخوشی اس بات کو قبول کر لیا چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کو رقم ادا کی اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزادی دلا کر ان سے نکاح فرما لیا۔ نکاح کے وقت حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک بیس سال تھی۔

جب اس نکاح کا چرچا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوا تو مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ کے جو لوگ جنگ میں قیدی بن کر آئے ہیں ان کو اپنی غلامی میں رکھیں چنانچہ آپس میں مشورہ کے بعد مسلمانوں نے قبیلہ بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کو اس وجہ سے آزاد کر دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ سے رشتہ قائم کر لیا ہے کہا جاتا ہے کہ بنی مصطلق کے سو خاندان اس وجہ سے آزاد کر دیئے گئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نام برہ تھا نکاح کے بعد حضور نبی کریم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے نام تبدیل کر کے جویریہ رضی اللہ عنہا رکھ دیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری سے پہلے میں نے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا مدینہ منورہ کی طرف سے چاند چلتا ہوا آ رہا ہے یہاں تک کہ وہ میری آغوش میں اتر آیا میں نے اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیا۔ خواب سے بیداری کے بعد میں نے خود ہی اس کی جو تعبیر کی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری ہوگئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار کو اس بات کا علم نہ تھا کہ ان کی بیٹی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ چکی ہیں اور ام المومنین بن چکی ہیں۔ حارث بن ابی ضرار بہت سا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی رہائی کے لیے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مقام عقیق پر انہوں نے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیئے۔ ان میں سے دو اونٹ ان کو بڑے پسند تھے۔ ان کے دل میں لالچ پیدا ہوا اور انہوں نے ان کو کسی گھاٹی میں چھپا دیا پھر جب مدینہ منورہ پہنچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری بیٹی کو قید کر لائے ہیں اس کا فدیہ مجھ سے لے لیں اور اسے میرے ساتھ کر دیں پھر جو مال اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لیے لائے تھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حارث! وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو؟ حارث بن ابی ضرار یہ بات سن کر حیران ہو گئے اور اس بات کا اس قدر اثر ہوا کہ بے اختیار بول اٹھے۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مطلع نہیں ہو سکتا تھا۔''

چنانچہ فوراً کلمہ اسلام پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر جب معلوم ہوا کہ حضرت

Marfat.com

جویریہ رضی اللہ عنہا ام المومنین بن گئیں تھیں تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا اور خوشی خوشی بیٹی سے مل کر اپنی قوم کے ساتھ واپس چلے گئے۔ ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوا جب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد جناب حارث بن ابی ضرار فدیے کے طور پر مال و اسباب لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور پھر حارث بن ابی ضرار نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کے دو بیٹوں اور قوم کے کچھ افراد نے بھی ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تو چند آدمی بھیج کر وہ اونٹ واپس منگوا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیے جو کہ وہ عقیق کی گھاٹی میں چھوڑ آئے تھے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو ان کے سپرد کر دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیام دیا اور انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ حق مہر چار سو درہم تھا۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ربیع الاول ۵۰ ہجری یا ۵۶ ہجری میں ہوا۔ انتقال کے وقت عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔ مزار مبارک جنت البقیع میں ہے۔

(زرقانی جلد سوم ص ۲۵۴ تا ۲۵۵۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷۹ تا ۴۸۱)

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

آپ کے والد کا نام حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہوا تھا۔ اپنے خاوند کے ساتھ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ایک بیٹی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا جس کا نام انہوں نے حبیبہ رکھا۔ اسی حبیبہ کی وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مشہور ہے۔ جبکہ آپ کا نام رملہ تھا۔ حبشہ میں جا کر عبیداللہ بن جحش نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور اسلام سے

Marfat.com

مرتد ہو گیا۔ شراب نوشی اور غلط کاموں کو کرنا شروع کر دیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔ جبکہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سختی سے اسلام پر قائم رہیں اور اپنی ننھی سی بیٹی حبیبہ کے ساتھ حبشہ میں غریب الوطن اور بے سہارا ہو کر رہ گئیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے اے ام المومنین۔ جب میں بیدار ہوئی تو میں نے اپنے خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے نکاح میں قبول فرمالیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ہی ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس حضرت عمرو بن امیہ خمری رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پیام دیں۔ نجاشی نے اس پیام کو اپنی باندی ابرہہ کے ذریعہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہلوا بھیجا کہ اگر وہ رضا مند ہیں تو اپنی طرف سے کسی وکیل کا تعین بھی کر دیں تاکہ نکاح کی رسم ادا ہو جائے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس پیام کو سن کر رضا مندی ظاہر کر دی اور بہت خوش ہوئیں اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو وکیل نامزد کیا۔ اس کے بعد شاہ حبشہ نجاشی نے نکاح کی تقریب کا اہتمام کیا۔ حبشہ میں موجود مسلمان اس تقریب میں شریک تھے۔ نکاح کے وقت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی نے حق مہر کی رقم ادا کی اور تمام حاضرین مجلس کو کھانا کھلا کر بڑے اچھے طریقے سے رخصت کیا۔

جب یہ نکاح ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہو گئی آپ نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو حبشہ بھیجا کہ وہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو عزت و احترام کے ساتھ مدینہ منورہ لے آئیں۔ رخصتی کے وقت نجاشی نے بہت سے تحائف حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو دیئے اور باندی کے ذریعہ ہی یہ بھی کہا کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا رہی ہیں میری آپ سے ایک

Marfat.com

درخواست ہے کہ جب آپ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہنا کہ نجاشی آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دین پر ہے اور آپ پر درود وسلام بھیجتا رہتا ہے۔

اس کے بعد جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچیں تو نجاشی کا سلام پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیاری زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ۴۴ ہجری میں ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ۴۰ ہجری میں ہوا۔ وصال کے وقت عمر مبارک ۷۳ سال تھی۔ قبر مبارک جنت البقیع میں واقع ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۸۱ تا ۴۸۲)

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی پہلی شادی سلام بن مسلم القرظی سے ہوئی تھی۔ جب ان سے علیحدگی ہوئی تو پھر کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق سے نکاح ہو گیا جو کہ یہودی تھا۔ خیبر کی لڑائی میں کنانہ مارا گیا۔ غزوہ خیبر میں یہودیوں کے نامی گرامی لوگ بھی قتل ہو گئے۔ ان میں کنانہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد اور بھائی بھی شامل تھے جو کہ مارے گئے بہت سے لوگوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ ان جنگی قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے ایک باندی کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دے دی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ کے چونکہ بہت سے لوگ مدینہ طیبہ میں آباد تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سردار کی بیٹی تھیں اس لیے لوگوں نے خیال کیا کہ یہ بات مناسب ہے کہ حضرت صفیہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہوں چنانچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ایک سردار کی بیٹی ہیں۔ اس لیے اگر آپ انہیں اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہو گی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو خاطر خواہ معاوضہ دے کر انہیں آزاد کر دیا۔

اس کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اختیار حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا کہ اگر وہ چاہیں تو انہیں آزاد کر کے واپس ان کے قبیلہ میں بھیج دیا جائے یا اگر وہ اسلام قبول کر لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کر لیں تو ام المومنین کا رتبہ حاصل کر لیں۔ اس بات کے جواب میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسلام قبول کیا اور آپ کو اللہ کا رسول مانا۔ اس سے پہلے کہ آپ مجھے اسلام کی دعوت دیں اب میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں۔ مجھے یہودی مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں نہ اب میرا وہاں کئی عزیز رشتہ دار موجود ہے۔ آپ مجھے کفر و اسلام میں سے کسی ایک پر رہنے کا اختیار دیں تو مجھے کسی طرح بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آزاد ہونا اور واپس اپنی قوم میں جانا گوارا نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی یہ باتیں اچھی معلوم ہوئیں۔ آپ نے انہیں آزاد فرما کر اپنے نکاح میں قبول کر لیا اور اس آزادی کو مہر مقرر کیا۔ نکاح کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سترہ سال تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دیگر اہل بیت کی طرح اپنی اس زوجہ مطہرہ سے بھی بہت زیادہ محبت کا اظہار کیا کرتے تھے چنانچہ ایک سفر کے دوران حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ چلتے چلتے تھک گیا اور اس کی رفتار انتہائی سست ہو گئی چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اس سفر میں ساتھ تھیں اور ان کے پاس ایک اونٹ فالتو تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ صفیہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہا کا اونٹ تھک گیا ہے اس لیے انہیں یہ اونٹ دے دو تا کہ وہ منزل تک پہنچ جائیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انکار کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس یہودیہ کو کوئی چیز نہ دوں گی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا غصہ کیا اور دو یا تین ماہ تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تعلق ترک کیے رکھا اور اتنا عرصہ ان کے پاس نہ گئے۔ اسی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کیا کرتی تھیں چنانچہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیل تھے اور آپ کے نزدیک تمام امہات المومنین تشریف فرما تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! میں اس چیز کو محبوب رکھتی ہوں کہ آپ کا یہ مرض مجھے ہو جائے۔ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما نے یہ بات سنی تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ غمزہ کیا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتحال کو ملاحظہ فرمایا تو ناراض ہوئے اور ارشاد فرمایا اللہ کی قسم! وہ (رضی اللہ عنہا) اپنے دعویٰ میں سچی ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۰ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ۵۲ ہجری میں ہوا جبکہ ایک اور روایت کے مطابق ۵۵ ہجری میں انتقال ہوا۔ آپ کو مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع دفن کیا گیا۔ (زرقانی جلد سوم ص ۲۵۹۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۸۳)

اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ مطہرہ ہیں۔ ان کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح مسعود بن عمر ثقفی سے ہوا پھر ان سے علیحدگی ہوگئی اور ابورہم بن عبدالعزی کے نکاح

Marfat.com

میں آ گئیں۔

ابو رہم ۷ ہجری میں انتقال کر گیا تھا جب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ابو رہم سے علیحدگی ہوئی تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیام دیا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن ام الفضل رضی اللہ عنہا ہیں جن کا نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیام دیا تو آپ نے اپنا معاملہ اپنی بہن حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا اور انہوں نے اپنی بہن کا معاملہ اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا چنانچہ موضع سرف میں جو کہ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین کلو میٹر کے فاصلہ پر ایک مقام ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرا دیا۔ نکاح کے وقت حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۲۷ سال تھی اور یہ نکاح ماہ ذیقعد ۷ ہجری میں ہوا۔ اس نکاح میں حق مہر سو درہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیاری زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۳۸ ہجری یا ۵۱ ہجری یا ۶۱ ہجری یا ۶۳ ہجری اور ایک قول کے مطابق ۶۶ ہجری میں ہوا۔ نماز جنازہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھانجے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

(زرقانی جلد سوم ص ۲۵۱ تا ۲۵۲۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۸۴)

☆☆☆

Marfat.com

مقدس کنیزیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار کنیزیں تھیں جن میں سے دو کے بارے میں خاصی معلومات ملتی ہیں جبکہ باقی دو کے بارے میں معلومات انتہائی محدود ہیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

ان کی والدہ رومی اور والد مصری تھے یہی وجہ تھی کہ یہ انتہائی حسین وجمیل تھیں۔ مصر وسکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے ان کو چند ہدایا اور تحائف کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہبہ کے نذر کیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ منورہ کے نزدیک مقام عالیہ میں ایک گھر بنوا کر دیا تھا جس میں یہ رہائش رکھتی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پردہ میں رکھتے تھے۔ مقام عالیہ میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ انہی کے بطن پاک سے پیدا ہوئے تھے۔

علامہ واقدی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا بہت خیال رکھتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے نان ونفقہ کا انتظام بڑی ذمہ داری سے جاری رکھا اور ان کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی وفات تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ۱۵ ہجری یا ۱۶ ہجری میں وفات پا گئیں۔ نماز جنازہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ان کے جنازے میں شریک

Marfat.com

تھی۔ نمازہ جنازہ کے بعد ان کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد سوم ۲۷۱ تا ۲۷۲)

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا:

یہ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ سے تھیں بعض کا کہنا ہے کہ قبیلہ بنی نضیر سے تھیں والد کا نام شمعون بن زید تھا جبکہ بعض کہتے ہیں زید بن عمرو بن خنافہ بن شمعون بن زید تھا۔ حضرت ریحانہ کا پہلا نکاح بنو قریظہ کے ایک شخص حکم سے ہوا تھا پھر جب مسلمان بنو قریظہ پر غالب آئے تو ان کے اموال اور جائیداد پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔ مال غنیمت کے علاوہ بنو قریظہ کے بہت سے لوگ بھی قیدیوں کی حیثیت سے مسلمانوں کے قبضے میں آئے جن میں حضرت ریحانہ بھی شامل تھیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اسلام قبول کر لیں مگر انہوں نے کچھ دن تک اسلام قبول نہیں کیا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی کوفت ہوئی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ریحانہ کے اسلام کے خواہاں تھے۔ اچانک ایک دن ایک صحابی نے آکر یہ خوشخبری سنائی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ریحانہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اس خبر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور حضرت ریحانہ سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو آزاد کر کے تم سے نکاح کر لوں۔ مگر انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اپنی لونڈی ہی بنا کر رکھیں یہی میرے اور آپ کے حق میں اچھا اور آسان رہے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطور ملک یمین اپنے پاس رکھا اور نکاح نہیں فرمایا مگر ایک دوسری روایت میں جو حافظ ابن حجر اور ابن سعد نے لکھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا ان پر پردہ عائد کر دیا گیا تھا اور وہ باقاعدہ حرم نبوی میں داخل ہو گئیں تھیں البتہ دیگر مورخین اور ارباب سیر کہتے ہیں کہ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کی

Marfat.com

حیثیت ایک کنیز کی تھی۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا ۱۰ ہجری میں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع سے واپس تشریف لائے وفات پاگئیں آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔(زرقانی جلد سوم ص ۲۷۳)

حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا:

حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا اصل میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی مملوکہ باندی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی خوشی سے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہبہ نذر کر دیا تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور کنیز تھیں جن کا نام اور حالات کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا البتہ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یہ کسی جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (زرقانی جلد سوم ص ۲۷۴)

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اطہار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں اور تین بیٹے تھے جن کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک میں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت پاک اظہار نبوت سے قبل ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم انہی کے انتساب سے ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے تو ابو القاسم ہی کہتے۔ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی شخص نے پیچھے سے یا ابو القاسم کہہ کر آواز دی آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس نے دیکھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسی نام کے فلاں شخص کو پکار رہا ہوں۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ کوئی یہ کنیت نہ رکھے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ہوا ایک روایت کے مطابق ان کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا۔ بعض نے لکھا ہے کہ سترہ ماہ کی عمر میں ہوا اور قبل بعثت انتقال ہوا۔ ایک روایت کے مطابق پاؤں چلنے کی عمر تک حیات رہے جبکہ ایک روایت کے مطابق صرف سات دن حیات رہے۔

(زرقانی جلد سوم ص ۱۹۴۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۲۲)

Marfat.com

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئے آپ کا لقب طیب و طاہر ہے۔ ان کی مکہ مکرمہ میں بعثت نبوت کے بعد ولادت ہوئی اور عہد طفولیت میں وفات پائی۔ دشمن اسلام عاص بن وائل سہمی کو جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی اور اس سے قبل وہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن چکا تھا تو اس نے بڑے تکبر سے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صاحبزادے فوت ہو گئے اور وہ ابتر (بے نسل) رہ گئے اور کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام لیوا نہیں رہے گا۔ اس پر سورۃ کوثر نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ:

"بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کر دی پس اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے بیشک آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔" (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۷۷ تا ۲۷۷)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد پاک حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ ذی الحجہ ہجری بمقام عالیہ جہاں پر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں پیدا ہوئے۔ والدہ محترمہ کا اسم مبارک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بی بی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں دائی کی خدمت انجام دی۔ جب حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خبر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی تو آپ نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا اور دو بھیڑیں ذبح کیں۔ پھر حضرتت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو

Marfat.com

مونڈھ کر بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے مسکینوں پر صدقہ فرمایا اور سر کے بالوں کو زمین میں دفن کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر نام رکھا۔ انصار کی تقریباً تمام خواتین نے دودھ پلانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خدمت حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمائی جن کے شوہر آہنگر تھے۔ ان کا مکان حوالی مدینہ منورہ میں تھا۔ بھٹی جلنے کی وجہ سے گھر میں دھواں رہتا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نظافت طبع گوارا فرما لیتے اور بیٹے کی محبت میں وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا کر پیار فرمایا کرتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے عیال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مہربانی فرماتے ہوئے نہ دیکھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کے لیے تشریف لے جاتے تو ہم بھی ساتھ ہوتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم کو آغوش مبارک میں لے کر خوب پیار فرماتے اور ام سیف رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو سیف رضی اللہ عنہ بھٹی میں آگ جلائے ہوئے ہوتے اور ان کے گھر میں دھواں ہوتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے جاتے تو میں پہلے جا کر انہیں خبر کر دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تاکہ وہ اپنا کام چھوڑ دیں۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی ہوا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نزع کی حالت میں ہیں تو اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھے۔ حضور نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو ان کی نزع کی حالت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش مبارک میں

Marfat.com

لے لیا آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا۔

''اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں۔ میری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے۔''

یہ منظر دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی روتے ہیں حالانکہ آپ نے اس موقع پر رونے سے منع فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عوف کے فرزند! جس حالت کو تم نے دیکھا ہے یہ میت پر رحمت و شفقت کا اظہار ہے جو کہ اس کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوئی ہے اور میں نے جو ممانعت فرمائی ہے وہ اس آواز کی ہے جو مصیبت کے وقت نکلتی ہے اور میں منع کرتا ہوں منہ نوچنے چہرہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے اور بین کرنے سے لیکن آنکھوں سے پانی جاری ہونا رحم و شفقت کی وجہ سے ہے اور جو رحم و شفقت نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہ ہوگا۔

حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری آنکھوں سے جب آنسو جاری ہوئے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی تو روتے ہیں۔ ارشاد فرمایا رونا رحمت ہے اور چیخنا چلانا شیطانی فعل ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۷۳ تا ۷۷۵)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیوں میں بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس برس قبل جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس برس تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا

Marfat.com

ہوئیں۔ آپ کی شادی قبل نبوت آپ ؐ کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن الربیع لقیط سے ہوئی جو کہ آپ کی خالہ ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں ہی تھیں۔ ان کے شوہر ابو العاص نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور مشرکین مکہ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی تو دیگر قیدیوں کے ساتھ ابو العاص بھی گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں کی خبر جب مکہ مکرمہ پہنچی تو اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کے گلے میں لٹکا رہتا تھا جسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تحفہ میں دیا تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو دل پر سخت رقت طاری ہوگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا اگر تم مناسب خیال کرو تو زینب رضی اللہ عنہا کا قیدی ہار سمیت واپس لوٹا دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایسا ہی کریں گے جس میں آپ کی رضا ہوگی۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں گے چنانچہ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا یہ فدیہ قرار پایا اور اس شرط پر ان کو رہا کر دیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے آئیں اور فرمایا کہ مکہ کے اندر داخل نہ ہونا بلکہ مکہ مکرمہ سے باہر وادی ناجح کے بطن میں ٹھہرنا اور جب وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو تمہارے حوالہ کر دیں تو تم ان کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ آ جانا۔

جب حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے تو وعدہ کے مطابق اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ روانہ کیا چونکہ کفار مکہ کی طرف سے رکاوٹ ڈالنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے کنانہ نے ہتھیار بھی ساتھ لے لئے جب

Marfat.com

مقام ذی طوی میں پہنچے تو قریش کے چند افراد نے تعاقب کیا۔ ہبار بن اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزے سے زمین پر گرا دیا وہ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ اگر اب کوئی قریب آیا تو ان تیروں کا نشانہ ہو گا۔ یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اسی اثناء میں ابوسفیان چند دیگر سرداران لیش کے ہمراہ آیا اور کہا اے کنانہ! تیر روک لو ہم نے کچھ گفتگو کرنی ہے انہوں نے تیر ترکش میں ڈال لئے۔ ابوسفیان نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے ہمیں جو مصیبتیں پہنچی ہیں تم کو معلوم ہیں اب اگر تم اعلانیہ ان کی بیٹی کو ہمارے قبضہ سے نکال کر لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے ہمیں زینب (رضی اللہ عنہا) کو روکنے کی ضرورت نہیں جب یہ معاملہ ذرا دب جائے اور شور وغیرہ کم ہو جائے تو اس وقت چھپ چھپا کر لے جانا۔

کنانہ نے اس مشورے کو قبول کیا اور پھر چند دن کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق موضع بطن یا ناجح میں پہلے ہی پہنچ چکے تھے کنانہ نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے حوالے کیا اور وہ ان کو لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے۔ اس واقعہ کے اڑھائی سال بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے مکہ مکرمہ سے باہر آئے ان کے ساتھ مکہ والوں کا سامان تجارت تھا۔ اس تجارتی قافلہ کی واپسی کے وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تلاش میں گئے ہوئے تھے جب انہوں نے قافلہ پر قابو پا لیا تو ارادہ کیا کہ ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال پر قبضہ کر لیں اور ان کو قتل کر دیں ان کو گرفتار کر لیا گیا مگر ابھی تک ان کے بارے میں فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس بات کی خبر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کسی مسلمان کو کسی کو عہد وامان میں لینے کا حق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے

Marfat.com

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گواہ رہیے کہ میں نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کو امان دے دی ہے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس صورتحال کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔ کہ تم اسلام قبول کر لو تا کہ مشرکین کا یہ سارا مال تمہارے لیے غنیمت ہو جائے۔ حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں شرم کرتا ہوں کہ اپنے دین کو اس ناپاک مال سے پلید کروں اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ چلے گئے اور اس مال کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دیا اور فرمایا، اے مکہ والو! میں نے تمہارا مال تمہیں پہنچا دیا اب میرے ذمہ تمہارا کچھ نہیں ہے۔ مکہ والوں نے کہا، ہاں ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم گواہ رہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو سابقہ نکاح پر ہی ان کے ساتھ رخصت فرما دیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ نکاح کی تجدید فرمائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال مبارک ہجرت کے آٹھویں سال ہوا۔ حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت ام ایمن، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہم نے ان کو غسل دیا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ جس وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رحلت فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ ان کو غسل دو پھر جب ہم غسل سے فارغ ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند مبارک بھیجا کہ اس سے ان کو کفن دو جو جسم سے پیوست ہو۔ اس کے بعد جب میت تیار ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر مبارک میں اتارا۔

(زرقانی جلد سوم ص ۱۹۵ تا ۱۹۷۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۷۹ تا ۷۸۳)

Marfat.com

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی ہیں۔ ان کی ولادت پاک نبوت سے پہلے واقعہ فیل کے ۳۳ سال بعد ہوئی یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بعد ۳ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح قبل نبوت ابولہب کے بیٹے عقبہ سے ہوا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ اس پر ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا سونا بیٹھنا حرام ہے۔ چنانچہ ابولہب کے کہنے پر عقبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دو ہجرتیں فرمائیں۔ ایک حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ کی طرف۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک مدت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ ایک عورت نے آ کر بتایا کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور ارشاد فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے بعد عثمان (رضی اللہ عنہ) پہلے ہیں جنہوں نے بی بی کو لے کر ہجرت کی ہے۔

حبشہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا لیکن صرف چھ سال تک زندہ رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بچہ کھیل رہا تھا کہ ایک مرغی نے آنکھ میں چونچ ماری جس سے زخم ہو گیا جو بڑھتا گیا اور بالآخر عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر واپسی کا کیا اور وہاں سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں آ کر بیمار ہو گئیں۔ یہ غزوہ بدر کا زمانہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی تیمار داری کی

Marfat.com

وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت کے ایک سال دس ماہ اور بیس دن بعد عین اسی دن ہوا جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں آ کر فتح کی نوید سنائی۔

(زرقانی جلد سوم ص ۱۹۸ تا ۱۹۹۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۸۳)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہوئیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ کا اصل نام آمنہ تھا۔ حضرت خدیجہؓ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد پیدا ہوئیں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح نبوت سے قبل ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اظہار فرمایا تو عتیبہ نے اپنے باپ ابولہب کے کہنے پر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے دین سے کافر ہوا نہ مجھے آپ کا دین پسند ہے اور نہ آپ مجھے پسند ہیں۔ اس بدبخت لعین نے اس قدر زیادتی اور گستاخی کا مظاہرہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض مبارک کو چاک کر دیا اور اپنا ناپاک تھوک آپ کی طرف پھینکا اور کہا میں نے آپ کی بیٹی ام کلثوم (رضی اللہ عنہا) کو طلاق دے دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بدبخت کی اس زیادتی پر بہت دکھ ہوا اور زبان اطہر سے فرمایا، اے اللہ! اس ملعون پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔ جناب ابوطالب اتفاق سے اس جگہ پر موجود تھے انہوں نے ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے کہا میں نہیں جانتا اب کون سی چیز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کے تیر سے بچا

Marfat.com

سکے گی۔

پھر زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ عتبہ لعین تجارت کی غرض سے ملک شام کی طرف ایک قافلہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ راستے میں قافلے والوں نے ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ پڑاؤ ڈالنے کے بعد قافلہ والوں کو معلوم ہوا کہ اس مقام پر بے شمار درندے ہیں۔ درندوں کی اس کثرت سے ابولہب کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کیونکہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یاد تھی چنانچہ اس نے قافلہ والوں سے کہا کہ آج کی رات تم سب ہماری مدد کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا میرے بیٹے کے حق میں آج کی رات اثر کرے۔

قافلہ والوں نے ابولہب کی بات مان لی اور سب نے اپنے اپنے سامان کو اکٹھا کر کے ایک اونچا سا ڈھیر بنا دیا اس اونچے ڈھیر کے اوپر عتیبہ کے سونے کے لیے جگہ بنائی اور خود تمام قافلے والے ڈھیر کے اطراف میں گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے تا کہ عتیبہ کی حفاظت میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی اور وہ سب نیند کے غلبہ میں آ گئے۔ اچانک ایک شیر آیا اور اس نے ایک ایک کے منہ کو سونگھا اور پھر یکدم اس نے ڈھیر کے اوپر جست لگا کر عتیبہ پر حملہ کر دیا اس کے سینے پر پنجہ مارا اور اسے چیر پھاڑ دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ عتیبہ کی گردن دبوچی اور اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سن تین ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اور ارشاد فرمایا، یہ جبرائیل علیہ السلام کھڑے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ میں ان کو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دوں۔ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تامل کیا مگر دیگر روایات میں

Marfat.com

ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''میں تم کو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص کا پتہ دیتا ہوں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے تم سے بہتر شخص ڈھونڈتا ہوں تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا ہوں''۔ چنانچہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا۔ نکاح کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں۔

شعبان نو ہجری میں انتقال ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو اسے بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ فرمایا اگر دس بیٹیاں ہوتیں تو ان کو یکے بعد دیگرے دیتا جاتا اور انتقال کرتی رہتیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس صاحبزادی سے بھی بڑی محبت تھی چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جب سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ان کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے تھے اور آپ کی مبارک آنکھوں میں آنسو تھے۔ (زرقانی جلد سوم ص ۱۹۷ تا ۲۰۰۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۸۵ تا ۷۸۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب مبارک زاہرہ، بتول، زاکیہ، طاہرہ، مرضیہ اور راضیہ ہے۔ آپ کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ کی ولادت بعثت میں ہوئی جبکہ ابن اسحاق نے لکھا ہے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد پاک قبل نبوت پیدا ہوئی حضور اکرم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی بعثت چالیس برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ ابن جوزی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت پاک کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی آپ کی پیدائش ہوئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ کی پیدائش نبوت سے تقریباً ایک برس پہلے ہوئی۔ والدہ کا اسم مبارک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے۔ (زرقانی جلد سوم ص ۲۰۲ تا ۲۰۳)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:

سن دو ہجری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر پاک اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

روایات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کے بارے میں تفصیل سے تذکرہ ملتا ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سن بلوغت میں داخل ہوئیں تو قریش کے کئی اکابر لوگوں نے نکاح کے پیام دیئے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کی درخواست کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کا اختیار قبضہ قدرت میں ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں اس بارے میں وحی کا انتظار کر رہا ہوں۔ ان کے بعد ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی عقد کی درخواست کی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اس وقت جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر دستک دی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) اٹھو اور دروازہ کھول دو یہ وہ مرد ہے جسے اللہ اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی اللہ اور رسول کو دوست رکھتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون شخص ہے جس کے بارے میں آپ گواہی دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چچا کا بیٹا اور میرا بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں اچھل پڑی اور (دروازے کی طرف) ایسی بھاگی کہ قریب تھا کہ منہ کے بل گر پڑوں۔ میں نے دروازہ کھول دیا اللہ کی قسم! وہ اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوئے جب تک کہ میں اپنے حرم خانہ میں نہ چلی گئی۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت اطہر میں داخل ہوئے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ اور ان کو اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سر جھکائے اس طرح زمین کی طرف دیکھے جاتے تھے جیسے کہ کوئی شخص کوئی بات کہنا چاہتا ہو مگر ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے شرم سے کام لے رہا ہو اور شرم کی وجہ سے کچھ کہنے سے ہچکچا رہا ہو۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ میرا خیال ہے کہ تم کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو مگر اسے بیان کرنے میں شرم محسوس کر رہے ہو جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ دو اور شرم نہ کرو۔ تمہاری آرزو پوری ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرم و حیا کا پیکر بنے ہوئے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری خواہش تھی کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام دوں مگر گستاخی کے خیال سے ہچکچا رہا تھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ممکن ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دور سے دیکھ رہی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جبیں مبارک یہ سن کر دمک اٹھی اور مسکرا کر فرمایا، تمہارے پاس مہر ادا

Marfat.com

کرنے کو کچھ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دوست احباب میں سے کوئی شخص میرے حالات سے اس قدر واقف نہیں جیسا کہ آپ واقف ہیں اور آپ کی نگاہ مبارک سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں میرے پاس ایک تلوار، ایک گھوڑا (ایک روایت میں ہے کہ ایک اونٹ) اور ایک زرہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گھوڑا اور تلوار تو جہاد کے لیے ضروری ہے البتہ زرہ کو فروخت کر ڈالو اور اے علی (رضی اللہ عنہ) تجھے اس بات کی بشارت ہو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرا اور فاطمہ کا عقد آسمان میں باندھ دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک سے خوش خوش باہر نکلے اور بڑی تیزی سے مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے آپ سے احوال پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درخواست (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد کے بارے میں) کو قبول فرما لیا ہے اور میرے پیچھے ہی تشریف لا رہے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوست احباب مسجد میں جمع رہیں تا کہ مجلس عام میں عقد کیا جائے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مسجد میں چلے آئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو جمع کیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مجلس اقدس میں جمع ہو گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کریم کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے دوستوں کی مجلس میں اس نکاح کی بنیاد کو مستحکم کروں۔ اس کے

Marfat.com

بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اٹھو اور خطبہ پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مجھ سے کیا ہے اور مہر زرہ مقرر ہوئی ہے۔ میں اس پر راضی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیجئے اور اس پر گواہ رہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے اس طرح نکاح فرمایا ہے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا چنانچہ اس مجلس پاک میں باقاعدہ طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوا۔ دعائے خیر اور نکاح کا اعلان فرمانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیت اطہر میں تشریف لے گئے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی زرہ کو فروخت کر ڈالو اور اس کی قیمت لے آؤ۔ روایات میں آتا ہے کہ اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چار سو اسی درہم میں خرید لیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور اس کی قیمت وصول کر لی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے علی! (رضی اللہ عنہ) آپ اس زرہ کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لیے یہ میں آپ ہی کو ہبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ خود بھی سخی تھے اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس سلوک کا شکریہ ادا کیا اور زرہ اور درہم لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا جسے سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس رقم میں سے مٹھی بھر درہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گھر کی ضروری اشیاء کی خریداری کے لیے دیئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ بھیجا تاکہ اگر سامان زیادہ ہو تو آسانی سے مل کر اٹھالیں۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سامان خریدا۔ ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے تھے۔ ایک گدا تھا جو اون سے بھرا ہوا تھا۔ ایک عبا، ایک پردہ اور چند مٹی کے برتن تھے جو کہ خرید کیے گئے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک چادر، ایک مشک اور دو چکیاں بھی تھیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ بستر کے ساتھ پلنگ یعنی چارپائی بھی تھی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا یہ مختصر سا سامان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا اور آپ نے ملاحظہ فرمایا تو آپ کی پیاری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس قوم پر برکت نازل فرما جس کے بہترین برتن مٹی کے ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ باقی درہم جو بچ گئے تھے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کیے تاکہ بعض دوسری ضروری چیزیں خریدنے پر خرچ کریں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو خرید کر لائیں۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم۔ زرقانی جلد سوم)

نکاح کے بعد:

روایات میں آتا ہے کہ نکاح کے بعد جب رسم عروسی کا وقت آیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک مکان لے لیں چنانچہ حضرت حارثہ بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس میں قیام فرمایا۔ ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی جاتی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ایسے شخص کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے جس کے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی چیز ہے۔ اس پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کیا تم

Marfat.com

اس پر راضی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت میں سے دو شخصوں کو پسند فرمایا ہے کہ ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے شوہر کو۔ تو ہرگز اس کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ فرمانبرداری بجا لانا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ان کو بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور نرمی و اخلاق سے پیش آنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کو خوش رکھنا۔ مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے۔ اور پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرمایا۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے درج روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو ازروئے اسلام سب سے پہلے مسلمانوں میں ہے اور علم کے اعتبار سے ان سب میں دانا ترین ہے۔ تم میری امت کی عورتوں میں سے بہترین ہو جس طرح کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اپنی قوم میں تھیں۔ طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ فرمایا، میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

نکاح ولیمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کی دعوت کے لیے جو کھانا تیار کیا اس میں چند صاع کھجوریں، جو اور روغن شامل تھا ایک روایت میں آتا ہے روغن، کھجوریں اور پنیر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس تھوڑے سے سامان کو خرید کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے حضور اکرم ﷺ نے چمڑے کا دستر خوان طلب فرمایا تمام چیزوں کو ملا کر حلیس کا کھانا تیار کیا اور اسے ڈھانپ دیا۔ اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ)! باہر جاؤ اور جو بھی تجھے ملے اسے ساتھ لے آؤ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر لائے اندر داخل ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم! آدمی زیادہ ہیں (یعنی آدمی زیادہ ہیں جبکہ کھانا تھوڑا سا ہے) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس دس اشخاص آئیں اور کھانا کھائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا اس دعوت ولیمہ میں سینکڑوں مرد و خواتین نے طعام کھایا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست رحمت کی برکت سے طعام میں کمی واقع نہ ہوئی۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ ختم ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے گھر لے گئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سر اپنے سینہ اطہر پر رکھا اور ان کی دونوں مبارک آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متوجہ ہو کر فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! تری بیوی بہترین بیوی ہے اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تیرا شوہر بہترین شوہر ہے۔ اس کے بعد ان کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی اور واپس تشریف لے آئے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا تو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیت اطہر میں تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا پانی لے کر آؤ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا لکڑی کے ایک پیالہ میں پانی بھر کر لائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش فرمایا۔ آپ نے اس پانی کو ان کے سینہ اطہر کے درمیان اور سر پر چھڑکنے کے بعد دعا فرمائی، اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری طرف پشت کرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مبارک شانوں کے درمیان پانی کے چھینٹے لگائے اور دعا فرمائی اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ شیطان رجیم سے۔

اس کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ مزید پانی لے کر آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا تھا اب حضور اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کیا کریں گے چنانچہ میں کھڑا ہوا اور پانی بھر کر لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو لے کر اس میں اپنا لعاب دھن مبارک ڈالتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے آؤ۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرے چہرے اور سر پر پانی کے چھینٹے لگائے اور دعا فرمائی اے اللہ! میں ان کو اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان رجیم سے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بسم اللہ والبرکتہ کہہ کر اپنی زوجہ مبارک کے پاس جاؤ۔

بعض روایات میں اس طرح سے آیا ہے کہ جس دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اس دن نماز عشاء کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور پانی کا پیالہ لے کر اس میں اپنا لعاب دھن مبارک ڈالا پھر معوذتین اور دعا پڑھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس پانی کو پی لو۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ اس پانی کو پی لو۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وضو کیا اور دعا فرمائی اے اللہ! یہ دونوں جانیں مجھ سے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ اے باری تعالیٰ! جس طرح تو نے مجھ سے پلیدی دور کر کے پاک بنایا ہے اسی طرح ان دونوں سے فرمایا کہ اپنی خواب گاہ میں جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! ان کے مابین پیار و محبت شامل فرما اور ان میں اور ان کی اولاد میں برکت عطا فرما اور ان سے پریشانی کو دور فرما ان کی قسمت کو اچھا کر ان پر برکت نازل فرما اور ان سے بکثرت اولاد پاک پیدا فرما۔

اہل بیت اطہار:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر اونی چادر مبارک تھی۔ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر

Marfat.com

میں لے لیا۔ ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر مبارک میں لے لیا۔ ان کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر مبارک میں لے لیا۔ اس وقت یہ آیت مبارکہ پڑھی۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

''بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت! تم سے ناپاکی کو دور فرمائے اور تمہیں خوب پاک و منزہ بنائے۔''

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں نفوس قدسیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے جنگ کرے گا اور میں ان سے صلح کروں گا جو ان سے صلح کرے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ تھام لیتے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تو یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھام لیتیں اور اپنی جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت:

روایات میں آتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے وصال مبارک کے دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضری دو مگر خبردار بغیر اجازت حاصل کیے داخل نہ ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر روح قبض نہ کرنا۔ اس پر ملک الموت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے باھر ایک اعرابی کی صورت میں کھڑا ہو کر کہا۔

السلام علیکم یا اھل البیت النبوۃ و معدن الرسالتہ و مختلف الملائکۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادخلہ

مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں حاضر ہوں تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اس وقت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ دوسری مرتبہ ملک الموت نے پھر اجازت طلب کی اور یہی جواب سنا تیسری مرتبہ ملک الموت نے اس قدر بلند آواز سے اجازت مانگی کہ اس آواز کی ہیبت سے گھر میں موجود ہر ایک پر لرزہ طاری ہو گیا۔

اسی وقت حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھے ہوش میں آ گئے۔ آپ نے چشمان مبارک کو کھول کر پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ ہر چند ہم معذرت کرتے ہیں وہ قبول نہیں کرتا۔ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اللہ اور رسول جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا، یہ لذتوں کو توڑنے والا، تمناؤں اور خواہشوں کو ختم کرنے والا، عورتوں کو بیوہ کرنے والا، بچیوں کو یتیم کرنے والا اور جماعتوں کو متفرق کرنے والا ملک الموت ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو رونے لگیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میری بیٹی!

Marfat.com

روؤ مت کیونکہ تمہارے رونے سے حاملین عرش روتے ہیں پھر اپنے دست مبارک سے اپنی پیاری بیٹی کے چہرہ سے آنسو صاف کرتے تھے اور ان کی تسلی اور دل کی تسکین کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے صبر کی دعا فرماتے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو تسلی فرمانا اور یہ ارشاد فرمانا کہ تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی اس کی بشارت دینی اور یہ کہ تم جنتی بیبیوں کی سردار ہو گی، کی حدیث مبارکہ اسی ایک وقت میں واقع ہوئی ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسلی و تشفی دینے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے بچوں کو لاؤ چنانچہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائیں۔ جب ان مبارک ہستیوں نے اپنے نانا جان کو اس حالت میں دیکھا تو رونے لگے اور اس قدر روئے کہ گھر میں موجود سب افراد کے دلوں پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر رکھ دیا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا سر مبارک آپ کے سینہ اطہر پر رکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفقت و رحمت سے انہیں دیکھتے تھے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو وصیت فرما چکے تو ارشاد فرمایا میرے بھائی علی (رضی اللہ عنہ) کو لاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور سرہانے بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کو اپنے زانو پر رکھا۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)! فلاں یہودی کا میرے ذمہ اتنا قرضہ ہے جو میں نے اس سے لشکر اسامہ (رضی اللہ عنہ) کی تیاری کے لیے لیا تھا۔ خبردار اس کے حق کو میری طرف سے تم اتارنا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تم ان اشخاص میں پہلے ہو گے جو حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ میرے بعد تجھے بہت سی تکالیف پہنچیں گی مگر تجھے دل تنگ نہیں ہونا چاہیے اور تحمل و

Marfat.com

برداشت سے کام لیتے ہوئے صبر کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کرنا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رمضان سہ شنبہ کی شب ۱۱ ہجری میں وصال فرمایا۔ جبکہ حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کو چھ ماہ ہو چکے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۸ سال تھی۔ بعض ۲۹ سال بتاتے ہیں۔ قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۹۰ تا ۷۹۱)

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور نواسیاں

اولاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ سے اولاد میں ایک بیٹا جس کا نام علی اور ایک بیٹی جس کا نام امامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ والدہ ماجدہ کی حیات ہی میں بلوغ کے قریب پہنچ کر وفات پا گئے۔ (زرقانی جلد سوم ص ۱۹۷)

حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دوش مبارک پر بٹھا کر مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے تھے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو اپنے دوش مبارک پر بٹھائے ہوئے تھے جب رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر اتار دیتے اور سجدے سے سر مبارک اٹھا کر قیام کی طرف جاتے تو ان کو اٹھا کر دوش مبارک پر بٹھا لیتے۔ اس جگہ شارحین حدیث کلام کرتے ہیں کہ یہ اٹھانا اور زمین پر اتارنا فعل کثیر تھا۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیسے جائز رکھا۔ جواب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا خود آ کر بیٹھتیں اور خود ہی اتر جاتی تھیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نہیں تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے ایک حلہ بھیجا جس کے ساتھ سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائی۔

Marfat.com

اسی طرح ایک مرتبہ ایک بہت ہی خوبصورت سونے کا ہار کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کیا جس کی خوبصورتی کو دیکھ کر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حیران رہ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ میں یہ ہار اس کو دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تمام ازواج مطہرات نے خیال کر لیا کہ یقیناً یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائیں گے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو قریب بلایا اور اپنی پیاری نواسی کے گلے میں اپنے دست مبارک سے یہ ہار ڈال دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند محمد اوسط رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے میں زخمی ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے پوتے) مغیرہ بن نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیں چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نکاح پڑھا گیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک بیٹا یحییٰ پیدا ہوا۔

(زرقانی جلد سوم ص ۲۹۷۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۸۱۷۔۸۲)

اولاد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے اپنی والدہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ۴ ہجری میں چھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ (زرقانی جلد سوم ۱۹۹)

Marfat.com

اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادگان حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور تین صاحبزادیاں سیدہ زینب، سیدہ ام کلثوم، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہن کی ولادت ہوئی۔ حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تو بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ جبکہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن کے بطن پاک سے آپ کے ایک فرزند حضرت زید اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۸۸)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔ والدہ محترمہ کا اسم مبارک حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ کی ولادت با سعادت مدینہ طیبہ میں ہجرت کے تیسرے سال نصف رمضان المبارک کو ہوئی۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب تقی اور سید ہے۔

ولادت باسعادت کے ساتویں دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا عقیقہ کیا اور ایک مینڈھا ذبح فرمایا اور اسی دن آپ کے سر کے بال مبارک اتارے گئے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔ آپ کا اسم مبارک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن (رضی اللہ عنہ) رکھا کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے کسی کا نام بھی یہ نہیں تھا۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سینہ اطہر سے سر مبارک تک حسن (رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے مشابہہ تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا شمار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں ہوتا ہے۔ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا حسن اور حسین (رضی اللہ عنہم) سے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر اس طرح جلوہ افروز پایا کہ آپ کے پہلو میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور ارشاد فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے اختلاف ختم ہوں گے اور مسلمانوں میں صلح ہو گی۔

خلافت کا منصب:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک بہت جلد پورا ہو گیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو تقریباً چالیس ہزار افراد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ مرنے تک آپ کی بیعت سے پیچھے نہ ہوں گے۔ وہ سب لوگ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے انتہائی تابعدار تھے۔ آپ تقریباً چھ ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے ایک لشکر کے ساتھ بڑھے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مقابلے کے لیے ایک لشکر کے ساتھ مقابل ہوئے جب دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حالات کا بغور جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کے دونوں لشکروں میں سے ایک لشکر کو اس وقت ہی غلبہ ہو گا جب

Marfat.com

دوسرے لشکر کے بے شمار لوگ قتل ہو جائیں گے۔ آپ کو یہ خونریزی پسند نہ تھی فرمایا میں نہیں چاہتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خونریزی ہو چنانچہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں واضح کیا کہ میں آپ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق کے باشندوں سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ صرف وہی ٹیکس وصول کیا جائے گا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لیا جا رہا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو فوری طور پر منظور کر لیا مگر ایک شرط اپنی بھی رکھی کہ میں دس اشخاص کو امن نہیں دوں گا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ خط لکھا اور اس معاملے میں اپنا موقف ظاہر کیا۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں قیس بن سعد پر کامیاب ہو گیا تو اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ دوں گا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر آپ حضرت قیس بن سعد سے کوئی مطالبہ کریں گے تو پھر میں ہرگز آپ کی بیعت نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفید کاغذ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ آپ جو چاہتے ہیں اس پر لکھ دیں میں لکھے ہوئے پر پابند رہوں گا۔ اس پر دونوں فریقین صلح پر آمادہ ہو گئے اور مندرجہ ذیل شرائط آپس میں طے ہوئیں کہ فی الوقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز کیا جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد خلافت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے ہو گی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو قرض ہے اس کی تمام تر ادائیگی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کریں گے۔ اس کے علاوہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ ان شرائط کو حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے قبول کر لیا اور مسلمانوں کی دونوں جماعتوں کے مابین صلح ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ ان شرائط پر اتفاق رائے ہونے کے بعد حضرت عمرو بن

Marfat.com

العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کی طاقت کمزور اور ان کا رعب و دبدبہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ صلح کر رہے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ چالیس ہزار افراد نے ان سے موت پر بیعت کی ہے۔ اللہ کی قسم! وہ ہرگز قتل نہ ہوں گے حتیٰ کہ ان کے برابر اتنے ہی شامی قتل ہو جائیں گے اور پھر ان حالات کے ہوتے ہوئے زندہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو آپ کے بعض ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ اے حسن (رضی اللہ عنہ)! آپ مومنوں کی عار (شرمندگی) بن گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، یہ عار نار (یعنی آگ) سے بہتر ہے۔

جناب عبداللہ بن عمر بن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوالغریف نے ان سے بیان کیا کہ ہم بارہ ہزار افراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقدمہ میں تھے اور شامیوں سے لڑنے کے لیے ہماری تلواریں بے چین ہو رہی تھیں کہ اچانک ہمیں صلح نامہ کی خبر ملی۔ اس پر ہماری کمریں ٹوٹ گئیں۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ میں واپس تشریف لائے تو ہم میں سے ایک شخص ابو عامر سفیان بن ابی لیلیٰ ان کے پاس آئے اور کہا، اے مومنوں کو رسوا کرنے والے! اسلام علیکم! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا، اے ابو عامر! ایسی بات نہ کہو میں نے مومنوں کو رسوا نہیں کیا بلکہ ملک کی طلب میں انہیں خونریزی سے بچالیا۔ (تاریخ الخلفاء)

خلافت سے دستبرداری:

کہا جاتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ ربیع الاول کے مہینے میں ۴۱ ہجری کو جبکہ بعض کے بقول ماہ ربیع الثانی ۴۱ ہجری میں اور بعض کے بقول جمادی الاول کے نصف ۴۱ ہجری کو خلافت سے دستبردار ہو گئے تو لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر دو ماہ کم ۶۶ سال تھی۔ یہ حقیقت تھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ملک کے لیے مسلمانوں کو جنگ و جدال اور خونریزی سے

Marfat.com

بچانے کے لیے صلح کی تھی حالانکہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔

خلافت سے دستبردار ہونے کے کچھ مدت بعد امام حسن رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ چلے گئے اور پھر وہیں پر قیام پذیر ہو گئے۔ حاکم نے حضرت جبیر بن نفیر رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک دن کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھ میں تھے (یعنی وہ میری بیعت کر چکے تھے) تو اس وقت میں جس سے چاہتا ان کو لڑا دیتا اور جس سے چاہتا صلح کرا دیتا مگر میں نے اس وقت صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی خاطر خلافت کو چھوڑ دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خونریزی سے بچا لیا۔ پس جس خلافت سے میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر دستبردار ہو گیا ہوں میں اب اس کو حجاز کے لوگوں کی خوشنودی کے لیے کیا دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا یہ کس طرح مناسب ہو گا۔ (تاریخ الخلفاء)

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو اس وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ابھی کوفہ میں ہی تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ کوفہ والوں کو حالات سے آگاہ کرنے کے لیے ایک تقریر کریں مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ لوگوں کو حالات سے روشناس فرماتے ہوئے تقریر کریں چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

"اے لوگو! جس شخص نے مجھے پہچانا اس نے اپنے آپ کو بھی پہچان لیا جس نے مجھے نہیں پہچانا تو اسے بتا دوں کہ میں حسن بن علی بن ابو طالب ہوں۔ میں رسول اللہ کا بیٹا ہوں میں اللہ کے نبی کا بیٹا ہوں میں اس پیغمبر کا بیٹا ہوں جو لوگوں کو جنت کی بشارت دیتا ہے اور جہنم سے ڈراتا ہے میں سراج منیر کا بیٹا ہوں۔ میں رحمت اللعالمین کا

Marfat.com

بیٹا ہوں میں اس کا بیٹا ہوں جس کی قیادت میں فرشتوں نے جنگ لڑی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور ساری زمین کو سجدے کے لیے پاک کر دیا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام نجاستوں سے پاک کر دیا ہے۔''

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ تقریر سنی تو ان کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں اس تقریر سے خلافت معاویہ پر کوئی اثر نہ پڑ جائے چنانچہ وہ اٹھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ فرمایا کہ آپ کا فرمان بالکل درست ہے اب اس بات کو ختم کریں اور ہمارے حق میں بھی کوئی تعریفی کلمات فرمائیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کون سا موقع ہے کہ آپ کی صفت بیان کی جائے۔ گرمی کھجور کو پکاتی ہے۔ رات کی ٹھنڈک اسے ٹھنڈا کرتی ہے۔ ہوائیں درختوں کو توانائی عطا کرتی ہیں۔ یہ بات کر کے آپ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

''میں اس کا بیٹا ہوں جس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو قیامت کے دن شفاعت کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کو قبول فرمائے گا میں اس کا بیٹا ہوں جو تمام مخلوق سے پہلے سر اٹھائے گا اور بہشت میں داخل ہو کر دعوت عام دے گا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی رضا رب تعالیٰ رضا ہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے مقابلہ میں کوئی شخص سخاوت اور کرم نہیں کر سکتا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے کے ذریعہ تمہیں ہدایت دی اور ہماری آخر کے ذریعہ خون محفوظ کیے۔ خلافت ایک مدت کے لیے ہے اور دنیا ادھر ادھر پھرنے والی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! فرما دیجئے کہ میں نہیں جانتا تمہارا وعدہ قریب ہے یا دور ہے وہ تمہاری ظاہری باتیں جانتا ہے اور تمہاری خفیہ باتیں بھی جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا شاید اس میں تمہارا امتحان ہے اور مقررہ وقت تک تم نے نفع حاصل کرنا ہے۔''

جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو اس موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مداخلت کی اور معاملے کی نزاکت کو اپنے حق میں ٹھیک نہ

Marfat.com

سمجھتے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کہا، اے حسن (رضی اللہ عنہ)! آپ تشریف رکھیں چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور جانشینی کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کی جائے۔ خلافت اس چیز کا نام نہیں کہ ظلم وستم کو جاری کر دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ دنیا کو اپنا باپ اور ماں نہ بنا لیا جائے بلکہ یہ تو ایک سلطنت ہے جو کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے اور صرف اس کے برے اثرات باقی رہ جاتے ہیں۔''

ان کلمات کو ادا کرنے کے ساتھ ہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت ہی زیادہ پیار تھا۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کی گردن مبارک یا کمر مبارک پر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور جب تک وہ خود نہیں اترتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں اتارتے تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں ہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے اطہر کے اندر سے ہو کر دوسری طرف کو نکل گئے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے دوش مبارک پر اٹھائے ہوئے تھے۔ کسی نے یہ دیکھا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا، اے صاحبزادے! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ سوار بھی کتنا اچھا ہے۔(شرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ شہادت سے چند یوم قبل حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھواللہ احد لکھا ہوا ہے۔آپ نے یہ خواب اپنے گھر والوں کو سنایا تو گھر والے بہت خوش ہوئے مگر جب حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سنا تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو پھر آپ کی زندگی کے چند دن باقی رہ گئے ہیں چنانچہ خواب کی یہ تعبیر پوری ہوئی اور آپ خواب دیکھنے کے چند ہی دنوں کے بعد زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔

آپ کی شہادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔آپ کی شہادت کے دن کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔بعض کا کہنا ہے کہ آپ کی شہادت ۵ ربیع الاول ۵۰ ہجری کو ہوئی بعض ۴۰ ہجری بتاتے ہیں۔بعض نے ۱۱ ربیع الاول ۵۰ ہجری بیان کیا ہے جبکہ بعض کے نزدیک یہ واقعہ ۵۱ ہجری کو پیش آیا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ اے میرے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟ کیا آپ ان سے جنگ کریں گے؟ میں انہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے کوئی شخص محض میرے گمان کی بناء پر کیوں قتل ہو۔

شہادت کے وقت امام حسن رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھیالیس برس تھی بعض نے لکھا ہے کہ عمر مبارک ۴۸ برس تھی۔بوقت شہادت وصال سے قبل آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے میرے بھائی! جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کا وصال ہوا تو خلافت کے منصب پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فائز ہوئے ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منتخب ہو گئے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خلافت کے تقرر کا معاملہ مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا۔ مجلس شوریٰ میں یقین تھا کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے گی لیکن مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے منتخب کر لیا اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا پھر تلواریں نکل آئیں اس پر جھگڑا ہوا اور معاملہ بہت دور تک جا پہنچا اور ہم نے خلافت کو چھوڑ دیا۔ اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہ کرے گا اور مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ کوفہ کے بیوقوف لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور پھر تمہیں ذلیل کریں گے اور باہر نکال دیں گے۔

اس کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ مجھے حجرہ مبارک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی تھی معلوم نہیں کہ شاید شرم و حیاء کی وجہ سے انہوں نے مجھے اجازت دی ہو۔ اس لیے میری شہادت کے بعد ان سے دوبارہ اس بات کی اجازت حاصل کر لینا اگر وہ بخوشی اس بات کی اجازت دے دیں تو مجھے روضہ اطہر میں دفن کر دینا میرا خیال ہے کہ دوبارہ اجازت حاصل کرنے پر کچھ لوگ میرے یہاں دفن ہونے کی مخالفت کریں گے مگر تم ان سے مزاحم نہ ہونا اور اصرار نہ کرنا چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت لینے کی غرض سے گئے۔ آپ نے برضا و رغبت اجازت دے دی مگر جب مروان کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آ کر مزاحم ہوا اور لڑنے پر تیار ہو گیا۔ قریب تھا کہ جھگڑا طول پکڑتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے اس کی خبر دے دی وہ تشریف

Marfat.com

لائے اور فرمایا یہ بڑے ہی ظلم کی بات ہے کہ بیٹے کو باپ کے پاس دفن کرنے سے روکا جائے۔ اللہ کی قسم! حضرت حسن رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ آپ کے بھائی نے کہا نہ تھا کہ اگر روضہ اطہر میں میرے دفن ہونے پر لوگ مزاحم ہوں تو پھر مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا چنانچہ معاملے کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

(تاریخ الخلفا۔ تاریخ اسلام جلد دوم)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سید اور شہید ہے۔ والد ماجد کا اسم مبارک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے اور والدہ ماجدہ کا اسم پاک سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ہجرت کے چوتھے سال چار شعبان بروز سہ شنبہ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا عقیقہ کیا۔ آپ انتہائی خوبصورت اور حسین و جمیل تھے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسم مبارک حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ تمام اہل بیت کرام میں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آپس میں کشتی لڑ رہے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بڑے کو حکم دیتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی

Marfat.com

جبرائیل علیہ السلام نے حسین (رضی اللہ عنہ) سے حسن (رضی اللہ عنہ) کو پکڑنے کا کہا ہے۔

ایک دن ایک شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ اے ابن رسول اللہ! میں مفلس و غریب عیالدار ہوں۔ آپ اپنی طرف سے آج شام کے کھانے کا انتظام فرما دیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ہمارا وظیفہ راستہ میں ہے آجائے تو تمہیں دیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں دیناروں سے بھری ہوئی لے کر آیا ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ لانے والے نے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ رقم آپ کی خدمت میں بھیجی ہے ان کی خواہش ہے کہ آپ یہ رقم غریبوں میں تقسیم فرما دیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلیاں اسی سائل کے حوالے کر دیں اور معذرت فرمائی کہ تجھے انتظار میں بہت دیر تک بیٹھنا پڑا۔ اگر اتنی سی رقم کا مجھے گمان ہوتا تو تجھے اس قدر انتظار کی زحمت نہ کرواتا۔ اس لیے ہمیں معاف کر اس لیے کہ ہم اہل بلاء سے ہیں اور ہم نے تمام دنیاوی عیش سے قطع تعلق کر لی ہے اور اپنی ساری خواہشیں اور آرزئیں مٹا دی ہیں اور دوسروں کی تمنا پوری کرنے میں عمر وقف کر دی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیدل چل کر کئے تھے۔

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوعمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماہ رجب ساٹھ ہجری کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور خلافت یزید کو پہنچی۔ روایات میں آتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد شامیوں نے یزید سے بیعت کی یہاں سے فارغ ہونے کے بعد یزید لعین نے ولید بن عقبہ کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ یزید کے لیے

Marfat.com

مدینہ طیبہ والوں سے بیعت لے تو اس نے رات کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ دونوں حضرات تشریف لائیں چنانچہ دونوں حضرات تشریف لائے تو ان سے کہا کہ یزید کی بیعت کر لیں۔ دونوں مبارک ہستیوں نے جواب دیا کہ ہم جیسے لوگ خفیہ بیعت نہیں کرتے بلکہ اعلانیہ سب کے سامنے بیعت کیا کرتے ہیں چنانچہ دونوں نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔ اسی رات دونوں حضرات مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نکل گئے۔ رجب کا مہینہ ختم ہونے میں تقریباً ایک دن باقی تھا اور یہ اتوار کی رات کو مدینہ طیبہ سے باہر نکل گئے۔

چونکہ کوفہ والے امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے ہی بلا رہے تھے تاکہ ان کے دست حق پر بیعت کریں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ انکار ہی فرمایا اور پھر جب لوگوں نے یزید کی بیعت کرنا شروع کی تو اول تو آپ نے مصلحت اسی میں سمجھی کی خاموشی اختیار کر لی جائے مگر چونکہ کوفہ والے تقاضہ اور اصرار کر رہے تھے چنانچہ آپ نے ان کے شدید اصرار پر کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس فیصلے پر رضامندی کا اظہار کیا اور رائے دی کہ آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات سے اتفاق نہ کیا اور آپ کو اس کام سے روکا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے اختیار کرنے میں خود مختار بنایا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی چنانچہ آپ بھی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں اس لیے آپ بھی دنیا پر آخرت کو اختیار فرمائیں۔

کوفہ والوں نے چونکہ اس انداز سے اظہار محبت و عقیدت کرتے ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی اس قدر کثیر تعداد

Marfat.com

کے پیش نظر اپنے ارادے پر نظر ثانی کے لیے تیار نہ تھے اس لیے آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ قبول نہ فرمایا۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور نہ جانے کا مشورہ دیا۔ ان صحابہ کرام میں حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو سعید اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہم شامل تھے مگر آپ نے کسی کا بھی مشورہ قبول نہ فرمایا۔ عراق والوں کے شدید تقاضوں کے پیش نظر امام حسین رضی اللہ عنہ دس ذی الحجہ ساٹھ ہجری کو اپنے اہل بیت کے ساتھ جس میں مرد عورتیں اور بچے شامل تھے۔ مکہ مکرمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

غرض یہ کہ کوفہ کے نزدیک کربلا کے مقام پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ پہنچا اور پڑاؤ ڈالا یہ اکسٹھ ہجری محرم کے مہینہ کا آغاز تھا۔ کوفہ والوں نے حسب روایت آپ کے ساتھ دغا بازی اور بے وفائی کی اور آپ کا قطعاً ساتھ نہ دیا چونکہ یہ واقعہ بہت طویل ہے۔ اس لیے مختصر پر اکتفا کرتے ہوئے صرف اتنا بیان کیا جاتا ہے کہ آخر کار دس محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اس سے قبل یزیدی فوج کے ظالم لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کے دیگر ساتھیوں کو بھی شہید کر چکے تھے یکے بعد دیگرے ساتھیوں کی شہادتوں کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور ظلم کے آگے اپنا سر مبارک نہ جھکایا۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت کے سولہ افراد بھی شہید ہو گئے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے خاندان کے سترہ مرد شہید ہوئے اور وہ سب کے سب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے ۲۳ مردوں نے شہادت پائی۔ (تاریخ الخلفاء۔ تاریخ اسلام جلد دوم)

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ:

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے غزوہ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح وہ کفار کی فوج میں تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ بدر کے قیدیوں میں ہر ایک فدیہ حسبِ استطاعت ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھا جن کے پاس مال نہ تھا اور وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا کہ وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ جب قیدیوں کے فدیہ کی بات چلی تو حضرت نوفل نے عرض کیا۔ میرے پاس تو ادا کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے جو فدیہ میں دے سکوں۔

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ نیزے کہاں ہیں جو تم نے جدہ میں رکھے ہوئے ہیں ان کو فدیہ میں دے دو۔ یہ سن کر حضرت نوفل نے کہا۔ رب کعبہ کی قسم! ان نیزوں کے بارے میں میرے اور اللہ کے سوا کسی کو علم نہ تھا یقیناً یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں بتائی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور انہوں نے فدیہ ادا کر دیا۔

(طبقات ابن سعد۔ دلائل النبوۃ بیہقی۔ ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۵ ص ۸۶۶۔ ۸۶۷)

حضرت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ کی وفات ۲۵ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی ان کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث رضی اللہ عنہ۔

حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت

Marfat.com

میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔ حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا جبکہ حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی بھی صحابی رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سعید کے خطاب سے نوازا تھا۔ ان کا انتقال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی ہو گیا تھا۔

حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی بھی اسلام کی سعادت سے مشرف تھے۔ فتح مکہ کے خطبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس چچا زاد بھائی کا نام لے کر فرمایا تھا کہ جاہلیت میں (اسلام سے قبل) جو بھی خون تھا وہ بھی ختم کر دیا گیا (اب اس کا انتقام نہیں لیا جائے گا) اور سب سے پہلے خون جو میں ختم کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے اور ابن ربیعہ نے بنولیث میں دودھ پیا تھا ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ پس یہ خون جاہلیت کے خونوں میں سے پہلا خون ہے جس سے میں معافی کی ابتداء کر رہا ہوں۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۷۴۳)

یعنی حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے شیر خوار بچے کو دشمنوں نے قتل کر دیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ جھگڑوں کا خاتمہ کرنے کی غرض سے اس بچے کے خون کو معاف فرما دیا تھا۔ حضرت ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ ۲۳ ہجری میں وفات پا گئے تھے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت مطلب رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

حضرت ابوسفیان مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی مغیرہ بن حارث جنگ بدر میں کفار کی طرف سے لڑے تھے یہ جب میدان جنگ سے واپس آئے تو ابولہب کچھ لوگوں کے ساتھ ایک جگہ پر بیٹھا ہوا تھا ابولہب نے مغیرہ بن حارث سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ جنگ کے حالات کیا رہے؟ مغیرہ نے کہا۔ ''رب کعبہ کی قسم! واقعہ تو سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ ہم ان لوگوں کے مقابل ہوئے اور اپنے شانے ان کے حوالے کر دیئے (اپنی مشکیں کسوا دیں) وہ ہمیں جس طرح چاہتے قتل کرتے تھے اور جس طرح چاہتے قیدی بنا رہے تھے۔ رب کعبہ کی قسم! اس کے باوجود لوگوں پر میں نے کوئی ملامت نہیں کی کیونکہ ہم ایسے لوگوں کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے جو گورے گورے تھے اور ابلق گھوڑوں پر آسمان اور زمین کے درمیان تھے (یعنی مسلمانوں کو فرشتوں کی مدد حاصل تھی) رب کعبہ کی قسم! وہ کوئی چیز نہیں چھوڑتے تھے اور کوئی چیز ان کے مقابلے پر نہیں ٹھہرتی تھی۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۶۴۴)

حضرت مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا اور پھر غزوہ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھام رکھی تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ (غزوہ حنین کے دن) حضرت عباس رضی اللہ عنہ دائنی رکاب اور حضرت مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ بائیں رکاب تھامے ہوئے تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۱۷)

حضرت ابوسفیان مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے تھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ۔ غزوہ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں میں حضرت جعفر بن مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوسفیان مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی وفات ۲۰ ہجری میں ہوئی۔

حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی بہت خوبصورت تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل تھے۔ ہجرت کرنے والے مسلمان جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں پہنچے تو انہوں نے اس کو سجدہ تحیت کرنے کی بجائے سلام کیا۔ نجاشی کے مصاحبوں نے پوچھا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس پر حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جو مہاجرین حبشہ کے قائد تھے فرمایا۔ ہم غیر خدا کو سجدہ نہیں کرتے کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے دین اسلام اور اسلامی احکام کی خوب عمدہ طریقہ سے ترجمانی فرمائی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے کلام سے نجاشی کے دل میں ایک ہیبت طاری ہوگئی اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ تلاوت کریں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت کی اس پر نجاشی اور پادریوں میں سے جو بھی ان کے پاس تھا سب رونے لگے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا خدا کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ایک ہی طاق سے نکلی ہوئی روشنی ہے۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۷۰۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۶۴۔۶۵)

روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ میں سے حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور ارشاد فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے۔

(زرقانی جلد دوم ص ۲۴۶)

Marfat.com

۸ ہجری میں جنگ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے علمبردار تھے آپ نے پرچم اسلام اٹھایا ہوا تھا کہ ایک رومی مشرک نے ایسی تلوار ماری کہ اسلامی پرچم کو بچاتے ہوئے دونوں بازو کٹ گئے لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی تھی ان کے بدن پر نیزوں اور تلواروں کے نوے سے کچھ زائد زخم تھے لیکن کوئی زخم ان کی پیٹھ کے پیچھے نہیں لگا تھا بلکہ تمام زخم سامنے ہی کی طرف لگے تھے۔ (زرقانی جلد دوم ص ۲۷۱ تا ۲۷۴)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر تیل کاجل سے آراستہ کر کے آٹا گوندھ لیا تھا کہ بچوں کے لیے روٹیاں پکاؤں کہ اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے اور فرمایا کہ جعفر کے بچوں کو میرے سامنے لاؤ جب میں نے بچوں کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو چومنے اور پیار کرنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رخسار انور پر بہنے لگی تو میں نے عرض کیا کہ کیا جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں۔ وہ لوگ آج ہی شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر میری چیخ نکل گئی اور میرا گھر عورتوں سے بھر گیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کراؤ کیونکہ آج شدت غم کی وجہ سے وہ خود کو بھوکے رکھے ہوئے ہیں۔ (زرقانی جلد دوم ص ۲۷۷)

مروی ہے کہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ شہادت کے وقت کٹ کر گر گئے تھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ان کے دونوں ہاتھوں کے بدلے دو بازو عطا فرمائے ہیں جن سے اڑ اڑ کر وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں ۔ (زرقانی جلد دوم ص ۲۷۴)

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ اسلام علیک یا ابن ذی الجناحین۔ یعنی اے دو بازوؤں والے کے فرزند! تم پر سلام ہو۔

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۱۱)

حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت عمر مبارک ۳۳ برس کی تھی۔

حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے لڑے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قیدی بنا لیے گئے تھے ان کا فدیہ ان کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ادا کر کے ان کو رہائی دلائی تھی۔

حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیا اور غزوہ موتہ میں شرکت کی۔ اس غزوہ کے موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو اشعار کہے ان میں حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا ذکر اس طرح کیا۔

''یہ بنو ہاشم روشن چہروں والے سردار ہیں جن میں حضرت جعفر اور ان کے حقیقی بھائی حضرت علی (رضی اللہ عنہم) جیسی شخصیتیں ہیں۔ اور یہ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں میں سے احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم بھی انہیں میں سے ہیں پھر انہیں میں سے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی ہیں۔''

(سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۴۵۲)

حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جنگ حنین میں بھی شرکت کی۔

اس ضمن میں ابن ہشام نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

جنگ حنین میں اپنی بیوی فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ کے پاس گئے اس وقت ان کی تلوار (جنگ میں حصہ لینے کی وجہ سے) خون سے آلودہ تھی۔ فاطمہ نے کہا میں یہ تو سمجھ گئی کہ تم جنگ کر کے آئے ہو لیکن مشرکین کے مال غنیمت میں سے تمہیں کیا ملا؟ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ سوئی لو اور اس سے اپنے کپڑے سینا۔ یہ سوئی ان کو دے دی۔ پھر انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی کرنے والے کو یہ کہتے سنا کہ جس شخص نے جو چیز لی ہو وہ واپس کر دے۔ سوئی اور دھاگہ تک واپس کر دے۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ پلٹ کر گھر آئے اور بیوی سے کہا، اب تو تمہاری سوئی گئی۔ چنانچہ بیوی سے سوئی لے کر اسے مال غنیمت میں جمع کرا دیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد دوم ص ۵۹۶)

حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے تھے (۱) حضرت مسلم بن عقیل (۲) حضرت عبداللہ بن عقیل (۳) حضرت محمد بن عقیل رضی اللہ عنہم ان تینوں نے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔

حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوئی تھی۔

حضرت طالب بن ابو طالب رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چچا زاد بھائی کے بارے میں بہت زیادہ حالات نہیں معلوم ہو سکے البتہ ابن ہشام نے ان کے چند اشعار تحریر کیے ہیں جو انہوں نے جنگ بدر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش اور جنگ بدر میں قلیب والے افراد قریش پر مرثیے کے طور پر کہے تھے۔ (ان کا ترجمہ اس طرح سے ہے)

''سنو! کہ میری آنکھ نے بنی کعب پر رو رو کر اس قدر آنسو بہائے کہ آنسو ختم ہو گئے لیکن اسے بنی کعب کا کوئی فرد نظر نہیں آتا۔''

''سنو! کہ بنی کعب نے جنگوں میں ایک دوسرے کی مدد چھوڑ دی اور انہوں

Marfat.com

نے گناہوں کا ارتکاب کیا تو اس زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا۔''

''اور بنی عامر کی حالت یہ ہے کہ صبح سویرے آفتوں کے نزول کے سبب سے روتے رہتے ہیں کاش! مجھے خبر ہوتی کہ کیا ان دونوں (قبیلوں) کو کبھی نزدیک سے دیکھ سکوں گا۔''

''وہ دونوں (قبیلے) میرے بھائی ہیں اور ایسے بھائی ہیں کہ جب دوسرے لوگوں کی نسبت ان کے باپ کے سوا کسی اور کی جانب کی جاتی ہے تو ان کی نسبت ان کے باپ کے سوا کسی اور کی طرف ہرگز نہیں کی جاتی اور ان کے پڑوسی کے مال واسباب کے چھین لینے کے متعلق کوئی سوال بھی نہیں کیا جاتا۔''

''پس اے ہمارے بھائیو! اے بنی عبد شمس اور اے بنی نوفل! میں تم دونوں کے لیے فدا ہو جاؤں ہمارے درمیان آپس میں جنگ نہ برپا کرو۔''

''اور (آپس میں) محبت واتحاد کے بعد (عبرت انگیز) واقعات کی صورت اختیار نہ کر لو۔ جس میں تمہارا ہر شخص ادبار و بربادی کی شکایت کرتا رہے۔''

''کیا تم لوگوں کو جنگ داحس کا انجام معلوم نہیں اور ابویکسوم کے لشکر کے واقعات کی خبر نہیں جب انہوں نے پہاڑوں کے درمیان والے راستے کو بھر دیا تھا۔''

''پس اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدافعت نہ ہوتی جس کا غیر کوئی ہے ہی نہیں تو تمہاری یہ حالت ہو جاتی کہ تم بیویوں تک کی حفاظت نہ کر سکتے۔''

''بجز اس کے کہ ہم نے روئے زمین پر چلنے والوں میں سے بہترین فرد کی حمایت کی، قریش کا ہم نے کوئی بڑا جرم تو نہیں کیا تھا۔''

''(ہم نے اس شخصیت کی حمایت کی جو) شریف اور آفتوں کے مواقع پر بھروسے کے قابل، تعریف وتوصیف کے لحاظ سے بڑے مرتبے کا ہے (وہ) نہ تو بخیل ہے (اور) نہ فسادی۔''

''اس کے دروازے پر مانگنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے وہ ایسی نہر پر آ کر جاتے ہیں جس کا پانی نہ تھوڑا ہے اور نہ سوکھ جانے والا۔''

Marfat.com

”واللہ! میرا نفس (اس وقت تک) غمگین اور بے قرار رہے گا جب تک تم لوگ خزرج پر ایک کاری ضرب نہ لگاؤ۔“

(سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۸۶۰۔۸۶۱)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ:

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد بھی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب مرتضیٰ اور اسد اللہ ہے جبکہ آپ کی کنیت ابو تراب اور ابوالحسن ہے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح سے ہے۔ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔ آپ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تیرہ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بعض کا کہنا ہے کہ دس برس کی عمر میں اسلام قبول فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب:

یہ غزوہ خیبر کا واقعہ ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے راضی ہے۔ ساری رات لوگ اس بارے میں باتیں کرتے رہے کہ جھنڈا کسے دیا جاتا ہے جب صبح ہوئی تو سب لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں آنکھوں میں تکلیف ہے۔ اس لیے خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں پیغام بھیجو اور انہیں لاؤ۔ جب وہ تشریف لائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دھن مبارک لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں فوراً ٹھیک ہو گئیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ (اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر میں فتح نصیب فرمائی۔) (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن ارقم، حضرت براء بن عاذب، حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غدیر خم'' کے دن ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے، اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر جو علی سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہجری میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کیا اور فرمایا، اے فاطمہ، (رضی اللہ عنہا) میں نے تیرا نکاح دنیا اور آخرت کے سردار سے کیا ہے اور وہ میرا پہلا صحابی ہے جو علم میں سب سے بڑھ کر اور حلم میں عظیم انسان ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر بھی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان میں سے ایک علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

مسند احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرماتی ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے علی علی رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور

Marfat.com

جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھی اس نے گویا مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی۔ (طبرانی)

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تمام صحابہ کرام کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا مگر میں یوں ہی رہ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ میرے سوا یہ بات اور کوئی نہیں کہہ سکتا مگر وہ جھوٹا ہوگا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نام یعنی کنیت ابوتراب بہت پسند تھی اور جب کوئی آپ کو اس نام سے پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور آپ کی اس خوشی کا سبب یہ تھا کہ یہ کنیت آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی تھی۔ اس کنیت کے رکھنے کا واقعہ اس طرح سے ہے کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہو کر مسجد میں آ کر لیٹ گئے تھے اور آپ کے جسم پر کچھ مٹی لگ گئی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلانے کے لیے خود مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوتراب (مٹی کے باپ) اٹھو۔ چنانچہ اسی دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی۔

(بخاری شریف)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک میں

Marfat.com

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے یہاں بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ بس صرف اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

خلافت کا منصب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے بیعت نہ کی جن میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بیعت کرنے پر مجبور نہ کیا۔ جمادی الاخر ۳۶ ہجری میں حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہوتے ہوئے بصرہ پہنچے اور یہاں پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ بھی ان کے پیچھے ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ عراق میں دونوں اسلامی لشکروں کی آپس میں لڑائی ہوئی جو کہ جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہو گئے جبکہ دونوں طرف کے اسلامی لشکروں کے تقریباً تیرہ ہزار مسلمان بھی جنگ میں کام آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند دن بصرہ میں ٹھہرنے کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک لشکر کے ساتھ نکلے اور صفین کے مقام پر ماہ صفر ۳۷ ہجری میں مسلمانوں کے درمیان خونی معرکہ ہوا۔ کئی دنوں تک لڑائی ہوتی رہی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کے لشکر میں تھے۔ انہوں نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ وہ قرآن پاک نیزوں پر بلند کریں تا کہ لڑائی کچھ دیر کے لیے رک جائے چنانچہ آپ کے مشورہ سے شامیوں نے ایسا ہی کیا اور لڑائی روک دی گئی۔ پھر دونوں لشکروں کی طرف سے ایک ایک منصف مقرر کیا گیا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے اور دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ ازرح کے مقام پر آئندہ سال جید صحابہ رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوں گے اور جو بھی اچھائی امت مسلمہ کے بارے میں ہو گی اس پر اتفاق کیا جائے فی الوقت مسلمانوں کو آپس میں لڑنے سے باز رکھا جائے چنانچہ اس معاہدے کے بعد دونوں اسلامی لشکر اپنے اپنے شہروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کی تشریف لے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ میں واپس آئے تو آپ کے ساتھیوں میں سے ایک جماعت جنہیں خارجی کہا جاتا ہے اس معاہدے کی وجہ سے آپ کے خلاف ہو گئے۔ انہوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور وجہ یہ بیان کی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں ہے یعنی خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے انکار کر دیا انہوں نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو کفر کی طرف منسوب کیا کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین تحکیم کا فیصلہ ہوا اور آپ نے اس فیصلہ پر رضا مندی کا اظہار کیا تو خوارج کی جماعت اس امر پر راضی نہ ہوئی۔

خارجیوں نے برملا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں کو حاکم تسلیم کیا ہے حالانکہ حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور قرآن پاک میں ہے ''ان الحکم الا اللہ'' اس وجوہ کی بناء پر خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر اپنا ایک لشکر تیار کر لیا۔ خارجیوں نے اصل میں مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور آپس میں جھگڑے فساد کا بیج بونے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خارجیوں کے باغیانہ رویے کے باوجود تحمل

Marfat.com

سے کام لیا اور اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے کے لیے کہا مگر وہ لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے اور جنگ و جدال کے سوا کسی بھی بات پر رضا مندی ظاہر نہ کی اور موضع بحرورا میں اپنا لشکر اکٹھا کر لیا تا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کریں۔

موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کو سبق سکھانے کے لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سپردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جنگ کے بعد کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ گئے جبکہ ان خارجیوں کی اکثریت شکست کھا کر نہروان چلی گئی۔ یہ لوگ بدستور اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔ نہروان پہنچ کر انہوں نے لوٹ مار کی کاروائیاں کرنا شروع کر دیں جب یہ لوگ حد سے بڑھ گئے تو بالآخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہروان میں پہنچ کر ان سے جنگ کی اور ان کو شکست فاش دی۔ اس جنگ میں خارجیوں کی بہت بڑی تعداد ماری گئی۔ ان میں سے چند لوگ باقی بچے ان کو عبدالرحمٰن بن ابی ملجم مرادی نے جمع کر کے ایک سازش تیار کی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۸ ہجری میں معاہدہ کے مطابق ازرح کے مقام پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے اور زبانی طور پر اس معاملے میں بحث مباحثہ ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اپنے زور خطابت سے کام لیتے ہوئے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قائل کر لیا چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب سے معزول کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت پر فائز کر کے ان سے خلافت پر بیعت کر لی۔ مگر اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا گیا اور لوگوں کی اکثریت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی خلیفہ تسلیم کیے رکھا۔ (تاریخ اسلام جلد اول)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کو شکست دی۔ بہت سے خارجی مارے گئے جبکہ ان میں سے جو لوگ باقی بچے انہوں نے ایک سازش تیار کی جو یہ تھی کہ حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا جائے تا کہ جن افراد کی وجہ سے یہ نوبت آئی ہے ان کا قصہ ہی ختم کر دیا جائے۔ خارجیوں کا یہ گروہ مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر سازش کے عملی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لیے جمع ہو گیا ان لوگوں نے جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کے لیے تین بدبختوں کو تیار کیا۔ ان میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم کے ذمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا تھا جبکہ عمرو بن بکیر کے ذمہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قتل تھا اور برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا عہد کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے ارادے سے ابن ملجم کوفہ پہنچا اس نے ایک ہزار درہم سے تلوار خریدی اور اسے زہر میں ڈبو کر تیز کیا اس نے کوفہ پہنچ کر دوسرے خارجیوں سے بھی رابطہ قائم کیا اور انہیں بتایا کہ وہ کس مقصد کے لیے آیا ہے اور اس نے کہا کہ وہ سترہ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو جمعہ کی شب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے گا۔

ابن ملجم بدبخت کوفہ میں رہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آیا جاتا کرتا تھا اور اس دوران حالات کا جائزہ لیتا رہتا تھا۔ آپ سے سوال بھی کرتا اور کئی چیزیں ضرورت کی مانگ بھی لیا کرتا تھا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے دے دیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی نے کہا کہ ابن ملجم اپنی تلوار کو زہر آلود کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بہت جلد اس تلوار سے قتل کرے گا جسے لوگ یاد کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی تلوار کو زہر آلود کیوں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے اور آپ کے دشمن کے لیے۔ یہ جواب سن کر حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے اسے جانے دیا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی تک اس نے مجھے قتل نہیں کیا (یعنی ابھی اس نے جرم کا ارتکاب ہی نہیں کیا تو پھر اسے سزا کیسی)۔

یہ سترہ رمضان المبارک ۴۰ ہجری کی سحر کا واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیدار ہو کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کی امت سے بہت زحمت اٹھائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان پر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس طرح دعا کی اے اللہ! تو مجھے ان لوگوں کے بدلے اچھے لوگ بدل دے اور ان کے لیے میرے بدلے وہ شخص بدل دے جو مجھ سے بدتر ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی اپنا خواب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیان فرما ہی رہے تھے کہ اسی اثناء میں ابن نباح موذن تشریف لائے اور آپ سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کی غرض سے اپنے گھر سے نکلے۔ راستے میں آپ اپنی عادت کے مطابق لوگوں کو آوازیں دے کر نماز کے لیے جگاتے جاتے تھے۔ راستے میں ابن ملجم نے اچانک آپ پر تلوار سے بھرپور وار کیا جو کہ آپ کی پیشانی پر پڑا اور تلوار دماغ پر جا کر رک گئی۔ یہ صبح کی نماز کا وقت تھا لوگ نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس اچانک حملے کو دیکھ کر چاروں طرف سے لوگ بھاگے ہوئے آئے۔ ابن ملجم بدبخت کو گھیرے میں لے لیا اور اسے قابو میں کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لگنے والا زخم بہت کاری تھا۔ حضرت عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو چند اطباء کرام جمع ہوئے ان میں سب سے بڑا طبیب اثیر بن عمرو سکولی تھا جو کسریٰ کا خاص طبیب تھا اور اس کا علاج کیا کرتا تھا اس نے اپنے تجربہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زخم کا بغور معائنہ کرنے کے بعد کہا، اے امیر المومنین! مجھے یہی سمجھ آتی ہے کہ آپ اس زخم

Marfat.com

سے بچ نہیں سکیں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایسا ہی ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ اور ہفتہ تک حیات رہے اور اتوار کی شام آپ اس فانی دنیا سے کوچ فرما گئے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب ابن ملجم بدبخت کو دیکھا کرتے تھے تو فرماتے کہ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میرے قتل کا ارادہ کرتا ہے اور بکثرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ بدبخت اس بات کا منتظر ہے کہ وہ میری داڑھی کو سر کے خون سے رنگے۔ طبریٰ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ساری دنیا میں دو شخص سب سے زیادہ بدبخت ہیں ایک وہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ہلاک کیا تھا دوسرا وہ جو تمہارے سر پر تلوار مارے گا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس سر مبارک پر رکھا اور فرمایا حتیٰ کہ داڑھی کو سر کے خون سے رنگ دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا جبکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شہادت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ بعض نے چونسٹھ برس بیان کی ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ عمر مبارک ۶۵ سال تھی۔ بعض کے نزدیک ۵۷ برس اور بعض کے نزدیک ۵۸ سال تھی۔ (واللہ اعلم بالصواب) (تاریخ الخلفاء۔ تاریخ اسلام جلد اول)

عتبہ، عتیبہ اور معتب:

عتبہ، عتیبہ اور معتب تینوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے بیٹے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورہ لھب نازل ہوگئی۔ ابولہب قرآن حکیم میں اپنی دائمی رسوائی کا بیان سن کر غصہ میں آگ بگولا ہو گیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو مجبور کیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے۔ چنانچہ عتبہ نے ان کو طلاق دے دی۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں ابولہب کے کہنے پر عتیبہ نے بھی ان کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دے دی اور اس بدبخت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انتہائی گستاخی بھی کی یہاں تک کہ بدزبانی کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھپٹ پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیراہن مبارک کو پھاڑ ڈالا اس گستاخ کی بے ادبی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازک پر انتہائی رنج وصدمہ گزرا اور جوش غم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ یا اللہ! اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط فرمادے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ ابولہب اور عتیبہ دونوں تجارت کے لیے ایک قافلہ کے ساتھ ملک شام گئے اور مقام زرقا میں ایک راہب کے پاس رات میں ٹھہرے۔ راہب نے قافلہ والوں کو بتایا کہ یہاں درندے بہت ہیں لہٰذا آپ لوگ ذرا ہوشیار رہنا اور دھیان سے سونا۔ یہ سن کر ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ اے لوگو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے بیٹے عتیبہ کے لیے ہلاکت کی دعا کر دی ہے لہٰذا تم لوگ تم تمام تجارتی سامان اکٹھا کر کے ایک ہی جگہ ڈھیر لگا دو اور اس کے اوپر عتیبہ کا بستر لگا دو اور سب لوگ اس کے اردگرد چاروں طرف سو رہو تاکہ میرا بیٹا درندوں کے حملہ سے محفوظ رہے۔ چنانچہ قافلہ والوں نے عتیبہ کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا مگر رات کے وقت بالکل ناگہاں ایک شیر آیا اور سب کو سونگھتے ہوئے کود کر عتیبہ کے بستر پر پہنچا اور اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ لوگوں نے ہر چند شیر کو تلاش کیا مگر کچھ بھی پتہ نہ چل سکا کہ یہ شیر کہاں سے آیا تھا اور کدھر چلا گیا۔ (زرقانی جلد سوم ص ۱۹۷ تا ۱۹۸)

مروی ہے کہ ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور معتب نے فتح مکہ کہ روز اسلام قبول کیا فتح مکہ کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ

Marfat.com

سے فرمایا کہ تمہارے بھتیجے عتبہ اور معتب کہاں ہیں کہیں نظر نہیں آ رہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بظاہر کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ ان کو تلاش کیا گیا تو دونوں میدان عرفات سے ملے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو دونوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے چچا کے ان دونوں بیٹوں کو اپنے رب تعالیٰ سے مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دونوں عطا فرمائے۔ اس کے بعد جب جنگ حنین ہوئی تو عتبہ اور معتب رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر تھے اس جنگ میں حضرت معتب رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ دونوں بھائی مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور آخر وقت تک دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی اطاعت کرنے میں پیش پیش رہتے۔ (زرقانی جلد سوم۔ ابونعیم۔ ابن عساکر۔ دلائل النبوۃ بیہقی)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی نہایت بہادر اور دلیر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت پیار فرمایا کرتے یہ جنگی معرکوں میں ثابت قدمی سے داد شجاعت دیتے اور دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹ کر لڑا کرتے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ اجنادین میں اس بے جگری اور ثابت قدمی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے کہ ان کی لاش مبارک کے اردگرد دشمنوں کی لاشوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی حضرت ام الفضل رضی

Marfat.com

اللہ عنہا کے بطن پاک سے ہیں والد کا نام حضرت عباس رضی اللہ عنہ جبکہ والدہ کا نام لبابتہ الصغریٰ رضی اللہ عنہا ہے۔ انہوں نے غزوہ حنین میں حصہ لیا تھا اور حجتہ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا ردیف بنایا اور اس راہ میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رمی جمار کے لیے کنکریاں چن لو۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے سات کنکریاں زمین سے چن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک ہتھیلیوں سے ان کنکریوں سے غبار صاف فرمایا۔

انتہائے درہ میں قبیلہ خشم کی ایک خوبصورت عورت سامنے آئی اور اس نے سوال کیا کہ میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ اونٹ کی پیٹھ پر نہیں بیٹھ سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے اس عورت کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ بھی خوبصورت، خوش جمال، سرخ وسفید حسین و جمیل تھے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کا حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے سامنے حجاب بنا لیا تاکہ دونوں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی گردن کو گھما دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے چچا زاد کی گردن کیوں موڑی؟ فرمایا کہ میں نے ایک جوانمرد اور ایک جوان عورت کو دیکھا تو میں نے ان دونوں کے شیطانی وسوسہ سے محفوظ نہ پایا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ٦٧٠)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں شامل تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر انور میں اتارنے والوں میں بھی شامل تھے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ١٣ ہجری یا ١٨ ہجری میں شہید ہوئے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ٧٤٤۔ تاریخ الخلفاء۔ تاریخ اسلام)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچازاد بھائی ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سینہ سے ملا کر دعا کی کہ یا اللہ! اسے قرآن کا علم عطا فرما۔ اسی لیے آپ کو حبر امت کہا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ جس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا اور آپ جنگ صفین میں لشکر کے میسرہ پر مامور تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے تک بصرہ کے حاکم رہے پھر بصرہ پر عبداللہ بن حارث کو خلیفہ مقرر کر کے خود حجاز چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جب بصرہ کے حاکم تھے تو رمضان المبارک کی راتوں میں لوگوں کو فقہی مسائل بیان کر کے ان کو فقیہہ بنا دیتے تھے۔ ۶۸ ہجری میں تقریباً ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ جناب عمرو بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں فوت ہوئے اور حضرت حنفیہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی تو ایک سفید پرندہ آیا اور آپ کے کفن میں داخل ہو گیا اور پھر باہر نہ آیا جب قبر میں میت اتاری گئی تو حضرت ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! آج اس امت کا عالم فوت ہو گیا ہے۔ (الاصابہ)

حضرت عطاء رحمتہ اللہ علیہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوئی مجلس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے باوقار نہیں دیکھی وہ مسائل فقیہہ اور رموز تصوف پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس مجلس میں صرف علم و معرفت کی گفتگو ہوتی تھی فقہا وہاں ہوتے۔ اصحاب قرآن وہاں ہوتے اور شعراء وہاں ہوتے تھے اور وہ دور دراز کا

Marfat.com

سفر کر کے آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی یزید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اگر قرآن میں اس کا جواب ہوتا تو بیان فرماتے ورنہ حدیث سے بیان فرماتے اگر حدیث میں نہ ہوتا تو ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہم کے اقوال پر جواب دیتے ورنہ خود اجتہاد کرتے تھے۔ (تفہیم البخاری جلد پنجم ص ۷۲۳ تا ۷۲۴)

حضرت عبیداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی ہجرت مدینہ کے بعد پیدا ہوئے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک برس چھوٹے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یمن کے حاکم مقرر کیے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دو برس یعنی ۳۶ ہجری اور ۳۷ ہجری میں امیر الحج بھی بنایا تھا ان کا انتقال ۵۸ ہجری میں ہوا۔

حضرت معبد رضی اللہ عنہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۳۵ ہجری میں افریقہ کی طرف جہاد کرتے ہوئے شہادت کے منصب پر فائز ہوئے اس جنگ میں ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہ بھی شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے تھے۔

حضرتؓ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں میں سے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے بعد غسل دینے والوں اور قبر انور میں اتارنے والوں میں حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۷۴۳)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ اور قثم رضی اللہ عنہم کھیل رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر وہاں سے گزرے مجھے آگے اور قثم رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا اور ہمارے لیے دعا بھی فرمائی۔

حضرت کثیر رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی ۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے نہایت عالم، فاضل اور فقیہ تھے۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چچا زاد بھائی نہایت دلیر اور بہادر تھے ان کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں افریقہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

حضرت تمام بن عباس رضی اللہ عنہ:

یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے نہایت جری اور بہادر تھے اسلامی لشکر میں شامل ہو کر دشمنوں کے مقابلے پر ثابت قدمی سے لڑتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ طیبہ کے حاکم رہے۔

حضرت عمارہ اور یعلیٰ رضی اللہ عنہم:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

☆☆☆

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہنیں

حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا:

حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی بیٹی تھیں اسلام کی سعادت سے مشرف تھیں اور ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ ابن اسحاق تحریر کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی پیداوار میں سے تیس وسق کھجوریں جمانہ بنت ابو طالب کے لیے مقرر فرمائی تھیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چچا زاد بہن کا نام فاختہ ہے ام ہانی ان کی کنیت تھی ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جبکہ والد کا نام حضرت ابو طالب ہے۔ حضرت عقیل، حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی حقیقی بہن تھیں اور ھبیر ہ بن ابی وہب مخزومی کے عقد میں تھیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر اسلام کی سعادت سے مشرف ہوئیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز حضرت ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا فرمائی لیکن رکوع و سجود مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۶۱۵)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم محسوس ہوتی ہے کہ ان کو آپ کے سامنے پیش کروں۔ ارشاد فرمایا کہ لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست

Marfat.com

مبارک سے ان خشک روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لیے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں سرکہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرکہ لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس کے گھر والے محتاج نہ ہوں گے۔ پھر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حارث بن ہشام (ابوجہل کے بھائی) اور زبیر بن امیہ کو امان دے دی ہے مگر میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام ہانی! جس کو تم نے امان دے دی اس کے لیے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔ (زرقانی جلد دوم ص ۳۲۶)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے چھیالیس احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ ان کی اولاد میں ہانی، یوسف، جعدہ اور عمرو رضی اللہ عنہم بہت مشہور ہیں۔ ان کی وفات کی صحیح تاریخ سے آگاہی نہیں ہوسکی البتہ یہ درست ہے کہ اپنے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے بعد تک زندہ رہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کا انتقال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں ہوا۔

حضرت درہ رضی اللہ عنہا بنت ابولہب:

حضرت درہ رضی اللہ عنہا بنت ابولہب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن ہیں ان کی شادی حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے ہوئی تھی۔ ان کے تین بیٹے ہیں ایک کا نام عتبہ دوسرے کا ولید اور تیسرے کا ابومسلم تھا۔

حضرت درہ رضی اللہ عنہا بڑی باحمیت خاتون تھیں جب اسلام قبول کیا تو مکہ

Marfat.com

مکرمہ میں ان کا رہنا مشکل ہو گیا ابولہب کے گھر کے کسی فرد کا اسلام قبول کر لینا لوگوں کے لیے بڑا ہی عجیب واقعہ تھا۔ حضرت درہ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ مدینہ طیبہ میں پہنچ کر انہوں نے حضرت رافع بن معلیٰ زرقی رضی اللہ عنہ کے مکان پر قیام کیا۔ جس طرح ان کا اسلام قبول کرنا کفار کے لیے باعث تعجب تھا اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی یہ ایک حیرت انگیز بات تھی چنانچہ جب حضرت درہ رضی اللہ عنہا کی آمد کی اطلاع مدینہ طیبہ کی گلیوں میں پھیلی تو لوگ بہت حیران ہوئے اور بہت سی خواتین آئیں کیونکہ وہ اسی خاندان میں آ کر ٹھہری تھیں ان عورتوں نے حضرت درہ رضی اللہ عنہا سے کہ درہ! تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جس کے بارے میں سورہ لہب نازل ہوئی ہے۔ تمہارا باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا اور تمہاری ماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں لیکن ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے زیادہ پریشان کیا اور انتہائی تکلیفیں پہنچائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے ظلم وستم کی انتہا کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کے متعلق ایک مستقل سورہ نازل فرمائی۔ اس سورہ میں تمہارے ماں باپ اس قماش کے تھے تو کیا تمہیں اس ہجرت کا اجر ملے گا؟

حضرت درہ رضی اللہ عنہا نے تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود اپنے آپ کو اسلام پر ثابت قدم رکھا تھا اور تکلیفیں سہہ کر مدینہ طیبہ پہنچی تھیں اس طرح کی گفتگو سن کر ان کو بہت دکھ ہوا مگر بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا کہ بے شک میں اسی ابولہب کی بیٹی ہوں جس کے متعلق سورہ لھب نازل ہوئی مجھے بہت افسوس ہے کہ میرے ماں باپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف پہنچائیں مگر کیا اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک انہی لوگوں کا اسلام قبول کیا جاتا ہے جن کے آباؤ اجداد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اذیت نہ پہنچائی ہو؟ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں کی اولاد اسلام قبول کر لے تو اسے کوئی اہمیت نہ دی جائے؟ میں ایسے بہت سے مسلمانوں کے بارے میں جانتی ہوں جن کے آباؤ اجداد نے رسول کریم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کو ایذا پہنچائیں کیا ان کا اسلام قبول نہیں کیا جائے گا؟ ضرور قبول کیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت درہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور جو کچھ عورتوں نے طعنے دیے تھے ان کے متعلق بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت درہ رضی اللہ عنہا کو تعظیم و تکریم سے بٹھایا تسلی دی اور ان کے قبول اسلام کا خیر مقدم کیا۔ اسی اثناء میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز کی ادائیگی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"لوگو! بعض لوگ میرے خاندان کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچاتے ہیں حالانکہ بخدا میرے اقربا کو یقیناً میری شفاعت پہنچے گی۔ یہاں تک کہ صد، حکم اور سلب بھی میری شفاعت سے مستفید ہوں گے۔ (ان تین قبائل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دور کی رشتہ داری تھی) تم ایسی باتیں زبان سے نہ نکالو جو میرے لیے اذیت کا باعث ہوں۔" حضرت درہ رضی اللہ عنہا سے چند احادیث بھی مروی ہیں ان میں سے دو احادیث یہ ہیں ایک یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مردے کے اعمال کے بدلے میں کسی زندہ کو اذیت نہیں دی جا سکتی۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ لوگوں میں بہتر شخص کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں تقویٰ زیادہ پایا جاتا ہو جو لوگوں کو بہتر کاموں کا حکم دیتا ہو۔ برے کاموں سے روکتا ہو اور صلہ رحمی کرتا ہو۔

حضرت درہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ:

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن ہیں۔ چونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اس لحاظ سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چچا کا بھی رشتہ تھا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ میں یہ شق بھی شامل تھی

Marfat.com

کہ آیندہ برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ آ کر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن مکہ مکرمہ میں ٹھہریں گے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جمعیت کے ہمراہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچے اور عمرہ ادا فرمایا تین دن کے بعد کفار مکہ کے چند سردار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ شرط پوری ہو چکی اب آپ لوگ مکہ مکرمہ سے نکل جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں کفار کا پیغام سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی دوڑی آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو چکے تھے ان کی یہ یتیم چھوٹی بچی مکہ مکرمہ میں رہ گئی تھی۔ جس وقت یہ بچی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتی ہوئی دوڑی آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہید چچا کی بیٹی کو دیکھ کر پیار آ گیا۔

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی جان کہنے کی بجائے چچا جان اس رشتہ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یہ ننھی بچی قریب آئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ان کو اپنی گود میں اٹھا لیا مگر ان کی پرورش کے لیے تین دعویدار کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری چچا زاد بہن ہے اور میں نے سب سے پہلے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا ہے۔ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری بھی چچا زاد بہن ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے لہٰذا اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرے دینی بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے اس لیے اس کی پرورش میں کروں گا۔

تینوں حضرات کی باتیں سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے لہٰذا یہ بچی (حضرت امامہ رضی اللہ عنہا) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پرورش میں رہے گی۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۶۱۰)

☆☆☆

Marfat.com